ایک سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی بازیافت

شبانہ نکہت انصاری

اردو چینل

بابِ دکن

بُرہانؔ پُور

ایک سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی بازیافت

شبانہ نکہت انصاری

ناشر: سینٹرل انڈین ہسٹورکل ریسرچ فاؤنڈیشن، گوالیار۔ ایم. پی.

نام کتاب	: باب دکن برہان پور: ایک سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی بازیافت
مصنّفہ	: شبانہ نکہت انصاری
تعداد	: ۳۰۰/تین سو
صفحات	: ۱۲۰
قیمت	: ۱۰۰/سو روپے
سن اشاعت	: ۲۰۱۷ء
کمپوزنگ/سرورق	: خالق احمد قتیل
پروف ریڈنگ	: ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری
طباعت	: سوپر آفسیٹ پریس، گل مہر مارکیٹ، نزد غالب میدان، برہان پور۔ایم. پی.
ناشر	: سینٹرل انڈین ہسٹورکل ریسرچ فاؤنڈیشن، گوالیار۔ایم. پی.
رابطہ/ ملنے کا پتہ	: رشید بک ڈپو، منڈی بازار، برہان پور۔ایم. پی.
	: سینٹرل انڈین ہسٹورکل ریسرچ فاؤنڈیشن، ۳۴۹۔اے، جیواجی نگر نزد میوری اپارٹمنٹ تھاٹی پور، مرار، گوالیار۔ایم. پی.
	: ۳۶۶/B۲۵ حاجی افضال احمد بن صدیق اکبر، مومن جماعت خانہ روڈ، انصار نگر برہان پور۔ایم. پی.

ISBN: 978-81-933830-0-1

انتساب

برہان پور کے

مؤرخین

محققین

اور

ناقدین کے نام

معنون کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہی ہوں

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہوگئیں
غالبؔ

فہرست مضامین

پیش لفظ

دیش کی دھڑکن ہمیشہ کسی خاص مقام پر ہوتی ہے۔یا کسی دو(۲) مقامات کو ہم اِن دھڑکنوں سے جوڑتے ہیں۔جیسے آج ملک کا دارالسلطنت دلّی اور دیش کی تجارتی راجدھانی ممبئی...!
لوگوں کی نگاہیں ایسے عظیم ترین شہروں کی جانب لگی ہوتی ہیں۔کیوں کہ ایک شہر سے انہیں رہنے بسنے کی اور بولنے،اظہار کرنے کی آزادی ملتی ہے۔جب کہ دوسرے شہر سے انہیں معاشی مسائل سلجھانے اور معاشی حالات سازگار بنانے کے مواقع ہاتھ آتے ہیں۔

عہدِ وسطیٰ میں ایسے کئی شہر موجود رہے ہیں...دلّی کو مرکز کا درجہ تو شروع سے ہی تھا۔لیکن ایک بڑے تجارتی شہر کے روپ میں،اس زمانے میں جو شہر مشہور و معروف اور مرکز رہا،وہ شہر تھا ''برہان پور'' اس دور میں اس شہر کو'' بابِ دکن '' کہا جاتا تھا بلکہ اس کی حیثیت دکن کی دلّی کی سی تھی۔دراصل جنوبی ہندوستان کی جانب جانے والے تمام راستوں کے باوجود بھی شہر برہان پور کی طرف سے جانے والا راستہ زیادہ سہولت بخش اور محفوظ تھا۔اس لئے چاہے بادشاہ،سلطان کے شاہی کارواں ہوں یا پھر سیاحوں کے غول یا تجارتی قافلے ہوں،اسی محفوظ راستے سے ہو کر گزرتے تھے۔اس لحاظ سے شہر برہان پور تاریخ کے صفحات پر گذشتہ تقریباً ایک ہزار سالوں تک سیاسی اور تجارتی صورت حال اور نشیب و فراز کا نہ صرف یہ کہ گواہ رہا بلکہ اُس دور کی سیاسی اور تجارتی تاریخ کے ابواب برہان پور سے ہی منسلک نظر آتے ہیں۔تمام راہ زنوں،نقد زنوں اور شاطروں کا سایہ رہنے کے باوجود،اس شہر نے سیاسی،سماجی،ثقافتی اور ادبی طور پر اپنی تہذیب کو پختگی بخشی۔یہی وجہ ہے کہ اس شہر کے دروازے پر ہندوستان کے باہر سے آنے والے ہر اُس شخص نے دستک دی،جو ہندوستان اور ہندوستانی تہذیب کو سمجھنا چاہتا تھا۔اس دستک دینے والوں میں کچھ ایسے دانش ور بھی ہوئے،جنہوں نے ہندوستانی تہذیب پر اگر کچھ

صفحے تحریر کئے ہیں تو اُس میں برہان پور کا ذکر ضرور ملتا ہے...!

برہان پور کی تاریخی اہمیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ گذشتہ تقریباً دوسو سالوں میں الگ الگ زبانوں کے مؤرخین کے ذریعے برہان پور اور اس سے متعلّقہ عنوانات پر مسلسل تحقیق ہوتی رہی ہے اور آج بھی یہ کام جاری ہے، جس کی ایک مثال زیرِ نظر کتاب ہے۔

کتاب ''بابِ دکن برہان پور (ایک سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی بازیافت)'' ایک ایسی تحقیقی کاوش ہے، جس کے ذریعے مصنّفہ شبانہ نکہت انصاری نے اپنے گہرے مطالعے، متوازن اسلوب اور حق بجانب تحقیق و تجزیے کو دانش وروں کے درمیان رکھنے کا اہم فریضہ انجام دیا ہے۔ بابِ دکن برہان پور کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے اس کتاب میں ایک اچھی تحقیقی کوشش کی گئی ہے۔ اس تحقیقی کتاب میں برہان پور کی بنیاد سے اس کی عہد بہ عہد ترقی کو کافی وضاحت کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔ خاص طور پر ایک چھوٹے سے گاؤں ''بسانا'' کو ایک بڑے سے شہر برہان پور کے روپ میں تبدیل ہونے کے متعلّق الگ الگ دور کا تذکرہ تحقیقی اور تاریخی نقطۂ نظر سے کافی دلچسپ ہے۔ کتاب میں پانچ ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ آخر میں ایک اچھے محقق کی طرح ماحصل کے ذریعے تجزیہ تحریر کیا گیا ہے۔

اُلٹی دِشا میں بہنے والی کچھ ندیوں میں سے ایک تاپتی ندی کے کنارے آباد اِس شہر برہان پور کے بارے میں پروفیسر معین الدین ندوی کی رائے یہاں مناسب اور نمایاں ہے :

> ''شہر صدیوں تک علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہ چکا ہے جس کے آثار اب تک نمایاں ہیں۔ آج بھی جامع مسجد برہان پور کے فلک بوس مینارے، سلاطین فاروقیہ کے عظیم الشان مقبرے، شاہ نواز خاں اور بیگم شجاع کے روضے، شاہی قلعہ اور محلات کے آثار، آہو خانہ کی عمارتیں، مہاراجہ جے سنگھ کی چھتری، مہاراجہ جسونت سنگھ کا محل، بے شمار مسجدیں، مقبرے، سرائیں، خانقاہیں، مدرسے

اور عالی شان محلوں کی شکستہ عمارتیں، زبان حال سے اس تاریخی شہر کے شاندار
دورِ ماضی کی داستان سنا رہی ہیں۔''

ندوی صاحب کی یہ رائے برہان پور کی تاریخ اور اس کی تعمیرات کے ضمن میں انگوٹھی میں نگینے کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ حالاں کہ اس انگوٹھی میں اور بھی کئی خوب صورت، خوش نما نگینے موجود ہیں۔ تعمیری آثار کے علاوہ برہان پور نے ادبی اور شعری ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تجارتی اور کاروباری ترقی میں بھی معاون رہا ہے۔ نیز تصوف کے میدان میں بھی ترقی کا گواہ بنا ہے۔

زیرِ نظر تصنیف میں خاص بات یہ ہے کہ شہر کی ترقی کے پہلے دِن سے ہی یہاں دانش وروں، عالموں کی موجودگی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن میں سعدی دکنی، شاہ باجن، علی متقی، شاہ عیسیٰ جنداللہ، محمد بن فضل اللہ جیسے جید عالموں نے برہان پور میں ایک ایسا ماحول بنایا، جس کی وجہ سے باہر کے لوگوں کی اِس شہر میں آمد ہوئی۔ یہاں تک کہ شاہ کلیم اللہ دہلوی نے محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کو برہان پور میں ہمیشہ کے لئے بسنے کی دعوت دی تھی۔ یہ بات برہان پور کی تاریخ کے لئے بڑی اہم ہے۔ ادبی ترقی کا یہ دور پورے عہد متوسط میں چلتا رہا۔ اور یہی وجہ ہے کہ مراٹھا دور میں ہم اردو شاعری میں بڑے اہم ناموں کا ذکر پاتے ہیں۔ جس میں بالا جی راؤ ذرہ کا تذکرہ نہایت اہم ہے۔ مصنّفہ نے کافی تحقیق اور عرق ریزی کے بعد ذرہ کو اُس دور کے شاعروں میں ایک خاص مقام عطا کیا ہے۔ قابل غور ہے کہ بالا جی ترمبک راؤ نایک نے مراٹھوں کے ذریعے سوراج کی بنیاد رکھنے کے لئے جاری مشققت کے دور میں اردو زبان میں حمد، نعت، منقبت، رباعیات اور مرثیہ جیسی اصناف میں اپنی خدمات انجام دی ہیں۔ اس سے بھی کتاب کی اہمیت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے۔

ہندوستان میں اسلام کا آنا اور اس کے ساتھ صوفیاء کا آنا، اس ملک میں مذہب اور نئے فرقوں یا سلسلوں کا آغاز کرتے ہیں۔ اور کچھ خاص علاقوں میں اس نئی تہذیب کے مراکز بنتے جاتے ہیں۔ تصوف میں کچھ بات ایسی تھی کہ اس نے ہندوستان میں بہت جلدی اپنی پہچان بنالی۔ جہاں دلّی

،آگرہ اور اجمیر تصوف کے بڑے مرکز تھے۔وہیں اس فہرست میں برہان پور کا نام بھی شامل ہوتا ہے۔یہاں تصوف کے ہر سلسلے نے لوگوں کے درمیان اپنی جگہ بنائی ۔چاہے سہروردی ،شطاری،نقشبندی،چشتی،سلسلہ رہا ہو یا پھر قادری وغیرہ۔مذکورہ سلسلوں نے ایک ہی مقام پر ایک ساتھ اپنی اہمیت بنائے رکھی ،یہ برہان پور کی ایکتا اور مساوات کے لئے ایک بہترین مثال ہوسکتی ہے۔بڑے بڑے صوفیاء،شاہ،ابدال،ولی،غوث وغیرہ سبھی مدارج یہاں ملتے ہیں۔خاص بات یہ ہے کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرونی ممالک کے تمام اہم صوفی بزرگوں کا تعلّق کسی نہ کسی طرح اس شہر سے رہا ہے۔یہ کتاب ایسے صوفیوں کا بڑے ہی اہتمام کے ساتھ تذکرہ کرتی ہے۔اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ تصوف نے اس شہر کی تہذیب وتمدن میں خاصی تبدیلی لائی ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شہر برہان پور کی ترقی ،ادب کے ساتھ ساتھ تجارت کے میدان میں بھی یکساں طور پر ہوئی ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے کئی شہروں کے کاروباریوں،بیوپاریوں نے برہان پور کو اپنے وطن کے روپ میں پسند کیا۔اوراس طرح تمام ہنرمندوں کی صلاحیت اور محنت کے بل پر یہ شہر صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ کئی بیرونی ملکوں کے بازاروں کی خاص پسند بن کر اُبھرا۔یہی وجہ ہے کہ باہر سے آنے والے سیاحوں نے اپنے سفرناموں میں برہان پور کو ایک مشہور تجارتی شہر بتایا ہے۔تاریخ داں اور محققین اس کا موازنہ لنکا شائر اور مانچسٹر سے کرتے ہیں۔بے شک برہان پور اس سلسلے میں ایک گزرگاہ کے ساتھ ساتھ تجارتی مرکز بھی رہا۔شمال سے جنوب،مشرق سے مغرب کی طرف جانے والے تمام راستے اُس دور میں برہان پور سے ہوکر گزرتے تھے۔اس لئے برہان پور ایسے خطابات کا حق دار ہے۔کیوں کہ یہاں کے شاہی کارخانے اور بعد میں انگریزوں کے کارخانوں میں سوتی کپڑا،ململ،نقاب،نقش ونگار سے بھرپور برتن،ہتھیار میں بندوق،توپ،نیز کاغذ وغیرہ جیسی کئی چیزوں کی طلب نہ صرف ہندوستان کی منڈیوں میں تھی بلکہ غیر ممالک میں بھی انہیں بڑے پیمانے پر منگایا جاتا تھا۔'' ٹرے ورنیر،منوچی'' ایسی تجارت کا ذکر اپنی کتابوں میں کرتے ہیں۔

کتاب ''بابِ دکن برہان پور (ایک سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی بازیافت)'' کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنّفہ شبانہ نکہت انصاری اردو ادب کی ریسرچ اسکالر ہونے کے باوجود تاریخ کے بارے میں خاصا علم رکھتی ہیں۔ انہوں نے اپنے اس کام کو تحقیق کی محنت کش طالبہ کی حیثیت سے بخوبی انجام دیا ہے۔ حالاں کہ کتاب میں تاریخی مقامات کے لحاظ سے کچھ تصویریں اور نقشے شامل کئے جاتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ ایک سوال برہان پور کو لے کر ہمیشہ ذہن میں رہے گا کہ دلّی سلطان، محمد بن تغلق اپنے دارالسلطنت کو دلّی سے دولت آباد لے جانے کے بجائے برہان پور کیوں نہیں لے گئے؟ جب کہ برہان پور ہندوستان کا تقریباً ہر اعتبار سے مرکز تھا اور دلّی سے دولت آباد کی دوری کے لحاظ سے دلّی سے کہیں زیادہ قریب تھا۔ امید ہے کہ صاحب تصنیف آگے کبھی اس سوال کی بھی تحقیق کرنے کی کوشش کریں گی۔ مدھیہ پردیش کے ایک عظیم اور قدیم شہر کی تاریخ پر ایک نیا پُر خلوص تحقیقی مقالہ پیش کرنے پر ہم سینٹرل انڈین ہسٹوریکل ریسرچ فاؤنڈیشن، گوالیار کی جانب سے خیر مقدم کرتے ہیں نیز آگے اسی طرح تاریخی مقالے لکھنے کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہیں۔

مورخہ ۲۶ر مئی ۲۰۱۷ء

پروفیسر سنجے سورنکار

ڈائرکٹر

سینٹرل انڈین ہسٹوریکل ریسرچ فاؤنڈیشن، گوالیار۔ مدھیہ پردیش

093011-16371 - sswarnkar2@gmail.com

حرفِ آغاز

سندی تحقیق بعنوان ''برہان پور میں سلسلۂ میرؔ: ایک تحقیقی جائزہ'' (پی ایچ.ڈی.) کے دوران برہان پور کے ادبی و تاریخی منظر نامے پر مختلف ذیلی عنوانات قائم کرکے اس کی ادبی و تاریخی عظمت کو بہتر طور پر پیش کرنے کی کوشش میں کئی تاریخی کتابیں زیرِ مطالعہ رہیں۔ برہان پور کی سیاسی، سماجی، ثقافتی، تعمیری، ادبی اور شعری تاریخ کے متعلّق کئی انکشافات ہوئے، یہ علم ہوا کہ برہان پور اپنی قدیم تاریخی عظمتوں کی بناء پر ہر دور میں مرکزیت کا حامل رہا ہے۔ اس کے قدیم علمی سرمایے کو تحقیقی و تاریخی پس منظر میں رکھ کر دیکھا تو حیرت انگیز طور پر متاثر ہوئی لیکن سندی تحقیق کے تعمیر شدہ ابواب اور ذیلی عنوانات اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ اس کی بے پناہ خوبیوں کو بڑی تفصیل کے ساتھ کُھل کر پیش کیا جاسکے۔ چنان چہ '' بابِ دکن ...برہان پور: ایک سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی بازیافت'' عنوان قائم کرکے غیر جانب دارانہ طور پر اعتدال و توازن کو برقرار رکھتے ہوئے کتاب تصنیف و تالیف کرنے کا عزم کیا۔ اس عنوان کے تحت برہان پور کی تاریخ کے متعلّق کچھ نئے گوشے تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خصوصاً قارئین اور تشنگانِ علم و فن کی سیرابی کے لئے اس کی شعری و ادبی تاریخ میں چند نئی معلومات، نئے موضوعات، تجزیات کے ساتھ پیش کرنے کی بھرپور سعی کی گئی ہے۔

کتاب ''بابِ دکن ...برہان پور: ایک سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی بازیافت'' پانچ ابواب اور ماحصل پر منحصر ہے۔ باب اول ''برہان پور کا ادبی و تاریخی منظر نامہ'' میں ذیلی عنوانات ''وجہ تسمیہ، محلِ وقوع، حدودِ اربع، موسم اور مانسون، معاشی اور تجارتی صورتِ حال، پاورلوم اور بجلی گھر کا قیام، دیگر صنعتیں، برہان پور کی بندوقیں، کٹاریں اور توپیں، برہان پور کی قدیم تاریخ فاروقی عہد سے پہلے'' کے تحت تحقیق کی روشنی میں مختلف حوالوں سے اس کی رفعت و عظمت کو بیان کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ باب دوم ''فاروقی دور ۱۳۷۰ء سے ۱۶۰۱ء'' میں سلاطین فاروقیہ کا سلسلۂ نسب، سیاسی، سماجی، ثقافتی، تاریخ اور اس دور کی تعمیرات کے ساتھ اردو کے اولین شاعر سعدیؔ دکنی برہان پوری اور

شاہ باجنؔ پر کئی قدیم تذکروں اور مستند کتابوں کے ذریعے سیر حاصل تحقیقی گفتگو کی گئی ہے۔ نیز اس عہد میں شعروادب کے ارتقاء پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب سوم ''مغل دور ۱۶۰۱ء سے ۱۷۲۰ء'' میں جلال الدین محمد اکبر، دانیال، جہاں گیر، عبدالرحیم خان خاناں، شاہ جہاں، اورنگ زیب عالم گیر کے ادوار کی سیاسی، سماجی، شعری وادبی تاریخ کے ساتھ اُن کے تعمیری کارناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس دور میں شعروادب کے ارتقاء میں مذکورہ بادشاہوں، امراء اور شہزادوں کی معاونت کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ نیز دربار اور عوام میں مقبول شعراء اور اُن کی شاعری پر تحقیقی نظر ڈالتے ہوئے شعروادب کی ارتقائی تاریخ کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی خاطر اُن کے مختصر کوائف اور نمونۂ کلام بھی پیش کردیئے گئے ہیں۔ ان میں چند غیر معروف شعراء کو پہلی بار زیر بحث لایا گیا ہے۔ باب چہارم ''نظام آصفی عہد'' میں ذیلی عنوانات ''نظام الملک آصف جاہ اول، حیدرآباد دکن میں شعرائے برہان پور کی ادبی خدمات، نظام آصفی عہد میں اردو شعروادب کا ارتقاء'' کے تحت تاریخی حقائق کو ازسرنو تازہ دم (UP DATE) کرنے میں کچھ نئے گوشے تلاش کئے گئے ہیں۔ باب پنجم ''مراٹھا اور انگریزی دور'' کی سیاسی صورت حال کا سرسری جائزہ لینے کے بعد اس دور کے شعراء، اُن کی شاعری اور مختصر کوائف بیان کرتے ہوئے کلام کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ دبستان دہلی اور دبستان لکھنؤ یعنی سلسلہ میرؔ اور سلسلہ ناسخؔ کے استاد شعراء، جانشینان اور تلامذہ کو بالترتیب پیش کرکے ایک سلسلہ قائم کیا گیا ہے، جس سے شعروادب کی موجودہ مضبوط روایت اور اس کی رفتار کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ ''ماحصل'' کے تحت پورے مقالے کا نچوڑ اور تجزیہ بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ابتداء سے تکمیل تک کے مشکل مراحل میں جن صاحبان نے سائبان بن کر میری قدم قدم پر امداد کی اور میرے حوصلوں کو تقویت عطا کی، مَیں بصمیم قلب اُن کی شکر گزار ہوں۔ سب سے پہلے میرے رفیق حیات ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری کی شاکر ہوں کہ وہ میرے لئے ایک رہ نما، مشیر اور میرے حق میں نعمت غیر مترقبہ واقع ہوئے ہیں۔ اُن کے تقریباً پندرہ سالہ تحقیقی

مشاہدات و تجربات سے میری دشوار گزار تحقیقی راہیں آسانیوں میں بدل گئیں۔ دادا حضور حاجی شیث محمد، دادی، والد حاجی محمد انیس انصاری، والدہ، سسر حاجی افضال احمد بن صدیق اکبر اور ساس، چچا سسر حاجی سرفراز احمد، حاجی سعید اشرف، پھوپھی ساس ڈاکٹر شائستہ اختر زوجہ ڈاکٹر ایم.طالب انصاری، پھوپھی معلّمہ فرزانہ بانو زوجہ آصف الرحمٰن انصاری جیسے سر پرستوں نے نیک خواہشات اور دعاؤں سے نوازا۔ برادرم ڈاکٹر اعجاز انور، ایاز اور امتیاز رضا کے علاوہ دیور شاہد ندیم اور شمعون فیضان نے کتاب کے اشاعتی مراحل میں مدد و معاون ثابت ہوئے۔ اپنے فرزندان اشمل رضوان اور حارث اخلاص کی بھی شکرگزار ہوں کہ میرے تحقیقی کام میں حائل نہ ہوئے اور میرے تحقیقی سفر میں مجھے سہولتیں فراہم کیں۔

اس موقع پر مَیں اپنے تمام اساتذہ پرائمری کے خورشید احمد، اقبال احمد صاحبان، مڈل کی ادریسہ صاحبہ، عاتقہ صاحبہ، نعمت صاحبہ، ہائی اسکول کی جمیلہ صاحبہ، نفیسہ صاحبہ، خدیجہ صاحبہ اور ہائیر سیکنڈری کے قطب الدین اور منظور احمد صاحبان نیز کالج میں پروفیسر محمد شفیع، ڈاکٹر عثمان انصاری، ڈاکٹر قیصر جمال، ڈاکٹر ایس.ایم شکیل اور ڈاکٹر سجاد حسین جعفری صاحبان کی بے حد ممنوں ہوں کہ مجھے زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ میں شکرگزار ہوں رشید اندوری، وقار صدیقی، ڈاکٹر عزیز عرفان، ڈاکٹر وسیم انور، ڈاکٹر محمد صادق صاحبان کی جن کے مفید مشوروں سے مجھے تحقیق کرنے میں سہولتیں ملتی رہیں۔ مَیں اُن تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتی ہوں، جنھوں نے کسی بھی نہج پر میری مدد کی، اس سلسلے میں خالق احمد قتیل کی بھی شکرگزار ہوں کہ مقالے کی کمپوزنگ میں برق رفتاری کے ساتھ کام کیا۔

مصنّفہ و مؤلفہ

شبانہ نکہت انصاری

باب اول

برہان پور کا ادبی و تاریخی منظر نامہ

برہان پور کا ادبی و تاریخی منظر نامہ

ہندوستان ایک عظیم ملک ہے۔ یہ قدیم زمانے سے مختلف تہذیبوں ،نسلوں اور زبانوں کا مرکز رہا ہے۔اسی لئے یہاں ہر زمانے میں گونا گوں علوم وفنون کے فن کاران پیدا ہوتے رہے۔اس نے عالمی شہرت یافتہ فن کار، اداکار، موسیقار، گلوکار اور قلم کار پیدا کئے ہیں اور دنیا کے فنون ولطیفہ کو ترقی و توانائی عطا کی ہے۔اسی لئے آج بھی ہندوستان اپنی علمی ، سماجی ، سیاسی، ثقافتی اور ادبی خصوصیات کے لحاظ سے ایشیاء ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے اہم ترین مما لک میں شمار ہوتا ہے۔

ہند میں وسط ہند کا صوبہ، مدھیہ پردیش مذکورہ خصوصیات کی بناء پر اہل ہند کی توجہ کا مرکز ہے۔اس کے جغرافیائی علاقے مالوہ، جھابوا، بندیل کھنڈ اور نماڑ وغیرہ بھی ہندوستان کی قدیم تاریخ سے گہرے رشتے رکھتے ہیں۔خاص طور پر '' نماڑ '' مالوہ، جھابوا، خاندیش اور مما لک متوسط (سی. پی. اینڈ برار) سے منسلک ہونے کی وجہ سے تاریخی عظمتوں کا حامل ہے۔قدرتی طور پر درمیان میں ہونے کے سبب ہند کے ہر علاقے کے مسافروں، تاجروں اور مبلّغوں کے لئے قیام گاہ ہے۔ یوں بھی نماڑ، گجرات، دکن اور شمالی ہند کے درمیان میں ایک رابطے کی حیثیت رکھتا ہے۔چنانچہ گزرگاہ ہونے کے سبب مختلف صوبوں کے اثرات اس پر پڑے ہیں۔جس کی بناء پر یہاں کی تہذیب، گنگا جمنی تہذیب کا بہترین نمونہ ہے۔اسی لئے ہندوستان کے دل، مدھیہ پردیش کی دھڑکن ہے، جس کا اہم ضلع برہان پور ہے۔

دراصل نماڑ چار ضلعے برہان پور، کھنڈوہ، کھرگون، بڑوانی پر مشتمل ہے اور دو (۲) حصوں میں تقسیم ہے۔

(۱) مشرقی نماڑ

(۲) مغربی نماڑ

(۱) **مشرقی نماڑ:** زمانۂ قدیم میں دکن میں شمار ہوتا تھا۔ فاروقی اور مغل عہد سے خان دیش میں شمار ہونے لگا۔ انگریزی عہد میں مما لک متوسط (سی. پی. اینڈ برار) سے منسلک کیا گیا۔ ار نومبر ۱۹۵۶ء سے مشرق میں ہونے کے سبب مشرقی نماڑ کہلاتا ہے۔ [۱] جس کے اہم ضلعے برہان پور اور کھنڈوہ ہیں، جن کی تحصیل علی الترتیب نیپانگر اور ہرسود ہے۔

(۲) **مغربی نماڑ:** مغربی نماڑ کا اہم ضلع کھرگون ہے، جس کی تحصیل میں سناود (گلشن آباد) اور بڑواہ کا شمار ہوتا ہے۔ دوسرا ضلع بڑوانی، جس کی تحصیل راج پور اور سیندھوا ہے۔ یہ دونوں ضلعے اوران کی تحصیلیں زمانۂ قدیم میں مالوہ میں شمار ہوتی تھیں۔ ار نومبر ۱۹۵۶ء سے صوبائی تشکیل نو کے مطابق مغرب میں واقع ہونے کے سبب مغربی نماڑ کہلاتا ہے۔ [۲]

برہان پور اپنی ادبی، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی تاریخ کے سبب نماڑ کا اہم ترین ضلع ہے۔ وسط ہند میں اجین کے بعد برہان پور قدیم شہروں میں شمار ہوتا ہے۔

> ''برہان پور...صوبۂ مدھیہ پردیش کا ایسا قدیم ترین شہر...اپنی قدامت کے لحاظ سے بہت زیادہ مشہور و معروف ہے۔ بہت کم شہر صوبۂ مدھیہ پردیش کے ایسے ہوں گے جو اس شہر کی قدامت میں اس سے آگے نکل جائیں...آج سے ہزار سال پہلے ہندوستان میں شمال سے جنوب کی جانب جانے کے جو راستے جاتے تھے ان میں سے ایک راستہ برہان پور ہوکر گزرتا تھا۔ تاریخ کی پرانی کتابوں میں جو پرانے نقشے دیکھنے کو ملتے ہیں ان میں سے شمال سے جنوب کی جانب

راستہ دکھائے گئے ہیں۔ان میں آپ کو اجین کے بعد برہان پور ہی نظر آئے گا۔
اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ شہر کتنا قدیم ہے '' ۳؎

اسی طرح مولوی معین الدین ندوی نے بھی اس کی تاریخی عظمت پر ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔

''(یہ) شہر (برہان پور) صدیوں تک علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہ چکا ہے جس کے آثار اب تک نمایاں ہیں۔آج بھی جامع مسجد برہان پور کے فلک بوس مینارے، سلاطین فاروقیہ کے عظیم الشان مقبرے، شاہ نواز خاں اور بیگم شجاع کے روضے، شاہی قلعہ اور محلات کے آثار، آہو خانہ کی عمارتیں، مہاراجہ جے سنگھ کی چھتری، مہاراجہ جسونت سنگھ کا محل، بے شمار مسجدیں، مقبرے، سرائیں، خانقاہیں، مدرسے اور عالی شان محلوں کی شکستہ عمارتیں، زبان حال سے اس تاریخی شہر کے شاندار دورِ ماضی کی داستان سنا رہی ہیں '' ۴؎

ہندوستان میں گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری (مطابق سولھویں ،سترہویں صدی عیسوی) میں علم حدیث کے میدان میں بڑے اہم تحقیقی کام سامنے آئے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسی مایہ ناز شخصیات نے علم حدیث کے میدان میں اپنی عرق ریز محنت سے بڑے اہم کام انجام دیئے۔یہ بات بڑے فخر کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے استاد عبدالوہاب متقی تھے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا سلسلہ مسیح الاولیاء شیخ عیسیٰ جند اللہؒ تک پہنچتا ہے جو برہان پور کے باشندے تھے۔خود عبدالوہاب متقی، محدث اعظم شیخ علی متقی برہان پوری کے شاگرد تھے، جن کا شمار ہندوستان کے جید عالموں اور مایہ ناز ہستیوں میں ہوتا ہے۔علی متقی کا اہم ترین کارنامہ ''کنزالعمال'' ہے جو علم حدیث کے میدان میں شاہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔شیخ علی متقی

برہان پور کے فرزند تھے، جن پر سرزمین برہان پور فخر و ناز کرتی ہے۔

خود اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے دادا استاد شیخ علی متقی کی بزرگی اور عظمت کے بارے میں اپنے زریں خیالات کا اظہار بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔

'' آپ (شیخ علی متقی) اپنی زندگی کے آخری ایام تک کتب احادیث کی تصحیح میں مشغول رہتے تھے۔حتیٰ کہ باقتضاء بشریت ہل جل نہیں سکتے تھے۔لیکن تاہم اپنا کام نہیں چھوڑتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ استنباط دقائق اور فہم معنی میں ایسے ماہر تھے کہ اسوقت مکہ معظّمہ کے بڑے بڑے علماء کے لئے بجز اس کے کہ آپ کی تعریف وتحسین کریں کوئی راستہ نہیں تھا...اس زمانے (میں) آپ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ جدھر جاتے لوگ آپ کے پیچھے آتے اور پروانہ کی طرح اکٹھا ہوجاتے '' ۵ے

اسی میں آگے لکھتے ہیں کہ

'' شیخ علی متقی اکثر اوقات اشاعت و افادیت علوم اور طالبان علم مداد میں مصروف رہتے ، کتابوں اور سامان کتابت کی فراہمی میں پوری کوشش کرتے ، روشنائی خود بناتے اور ہم لکھنے والوں کو یہی سیاہی استعمال کراتے ، عربستان کے علاقہ میں جو کتابیں مفید و کمیاب تھیں ان کی نقلیں کرا کے ان شہروں میں روانہ کرتے جہاں وہ کتابیں نہ تھیں اور جن کی وہاں کے باشندوں کو سخت ضرورت تھی '' ٦ے

پروفیسر شیخ فرید برہان پوری نے بھی برہان پور کی علمی اور تاریخی عظمت کے بارے میں اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ

"دکن میں دارالسرور برہان پور... پرامن اور محفوظ مقام...علماء وفضلاء کا مسکن تھا... گجرات سے شاہ بہاؤ الدین باجن، شاہ شرف الدین شہبازؒ، شیخ محمد لشکر عارف، شیخ برہان الدین علوی، آکر یہاں توطن اختیار کیا...شاہ کلیم اللہ دہلوی نے برہان پور کی جغرافیائی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر شیخ نظام الدینؒ (محبوب الٰہی) کولکھا تھا کہ برہان پور کو اپنا وطن بنالیں" ؎

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ برہان پور، صوبہ مدھیہ پردیش ہی نہیں بلکہ وسط ہند کا قدیم تاریخی شہر ہے۔ یہاں مختلف عہد میں مختلف بادشاہوں اور سلاطین کی حکومتیں رہی ہیں۔ ان کی رعایا پروری، ادب نوازی اور تعمیری مشغلوں نے اس شہر کی علمی، ادبی اور تاریخی اہمیت میں اضافے کئے۔ لہٰذا ہر دور میں یہ شہر صوفیاء، ادباء، شعراء اور مختلف علوم وفنون کے ماہرین کا مرکز رہا۔ جس کے اثرات یہاں کے علوم وفنون پر لازمی طور پر پڑے۔ چنانچہ دورِ قدیم سے ہی یہ شہر علم وادب، تہذیب و ثقافت، زبان و بیان، علم وفن اور فضل وکمال کی خوبیوں سے مالا مال رہا ہے۔ جس کے اثرات آج بھی یہاں کے رہن سہن، بود وباش اور زبان و بیان میں نظر آتے ہیں۔ اسی لئے یہاں علم وفن، شعر و ادب کا ایک بہترین، سرسبز اور سازگار ماحول پایا جاتا ہے۔

وجہِ تسمیہ

برہان پور کی وجہِ تسمیہ کے متعلّق کئی کتابوں میں بہت سی روایتیں، تفصیل کے ساتھ ملتی ہیں۔جن میں چند اختلافات ہیں۔یہ اختلافات وجہِ تسمیہ کے متعلّق نہیں ہیں۔ بلکہ واقعات اور روایات پر مبنی ہیں۔جس میں سے چند ضروری روایتوں کا ذکر ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے۔

(۱) شیخ مولانا محدث دہلوی نے برہان الدین غریب کے تذکرہ میں نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا ناراض ہونا اور امیر خسرو کے ذریعے برہان الدین غریب کو معاف فرمانے کے بعد برہان پور کا تذکرہ کیا ہے۔

'' اپنے شیخ (نظام الدین اولیاء عرف محبوب الٰہی) کے انتقال کے بعد مولانا برہان الدین غریب بھی چند ہی برس زندہ رہے۔اور لوگوں سے بیعت لیتے رہے۔اور پھر دیو گیر (دولت آباد) چلے گئے۔اور وہیں جان جان آفریں کے سپرد کی، آپ کی قبر بھی وہیں ہے اور شہر برہان پور آپ ہی کے نام سے مشہور و آباد ہے '' ۸

(۲) '' گلزارالابرار '' میں برہان پور کی وجہِ تسمیہ اس طرح واضح ہے:

'' جب شیخ برہان الدین اپنے پیر کی خدمت سے اجازت لیکر دیو گیر (دولت آباد) کو جا رہے تھے۔اثنائے راہ میں ایک روز رات کو اُس مقام پر اوترے جہاں اب برہان پور آباد ہے۔اُس زمانہ میں والیان خاندیس کے آبا واجداد مین سے ایک شخص اُس موضع کا شحنہ تھا۔ اُس نے حتی المقدور خدمت گزاری اور درویش پرستی مین کوتاہی نہین کی۔ جب صبح کو روانہ ہونے کے وقت حاضر ہوکر فاتحہ کی درخواست کی۔تو فرمایا۔ بموجب ازلی حکم کے اِس جگہہ ایک شہر آباد

ہوگا۔اور تمہارے فرزند یہاں کے فرمان روا ہوں گے۔مناسب یہ ہے کہ اُس نو آباد شہر کا نام اِس درویش کے نام پر رکھا جاوے۔اِس بشارت کی بنیاد پر برہان پور نام رکھا گیا'' ۹

(۳) سیرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ

'' حضرت نظام الدین اولیاء کے ارشاد کے مطابق آپ دہلی سے دولت آباد آئے اور یہ وقت وہ تھا کہ دہلی اجڑ کر دولت آباد آباد ہوا تھا اور شک نہیں کہ آپ کے ساتھ ایک جماعت کثیر راستہ میں ٹھہرتی ٹھہراتی آئی۔ایک روز دریائے تاپتی کے کنارے ایک فرح بخش جنگل میں ایک چھوٹا سا گاؤں نظر پڑا۔رات کو آپ وہیں ٹھہر گئے اور ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ کر آپ نے وضو کیا اور وہیں جماعت سے نماز ادا کی اور دعا کی کہ خدایا اس مقام پر ایک شہر آباد کر۔آپ کی دعا مقرون اجابت ہوئی اور کچھ عرصہ بعد وہ مقام آباد ہو کر آپ ہی کے اسم مبارک پر برہان پور نام رکھا گیا'' ۱۰

بشیر محمد خان ایڈوکیٹ نے اپنی کتاب ''تاریخ اولیائے کرام برہان پور'' میں شیخ برہان الدین غریب کے ذکر میں '' سیرۃ الاولیاء'' کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے۔جسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۴)

'' حضرت برہان الدین غریب اپنے پیر و مرشد حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء دہلوی (المتوفی ۷۲۵ھ) کے ارشاد کے مطابق دولت آباد کے لئے دہلی سے روانہ ہوئے۔حضرت محبوب الٰہی کے معتقدین و مریدین کی ایک کثیر تعداد

آپ کے ہمراہ تھی۔ یہ قافلہ منزل بہ منزل قیام کرتا ہوا ایک روز دریائے تاپتی کے کنارے ایک فرح بخش جنگل میں آیا جہاں ایک چھوٹا سا گاؤں نظر پڑا۔ جس کو وسانہ (یا بسانہ) کہتے تھے۔ رات کو حضرت وہیں ٹھہر گئے اور ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ کر آپ نے وضو کیا اور وہیں نماز باجماعت ادا کی اور دعا کی کہ خدایا اس مقام پر ایک شہر آباد کر۔ آپ کی دعا مقرون اجابت ہوئی۔ اس کے بعد آپ دولت آباد کے لئے روانہ ہو گئے اور ایک روایت کے مطابق آپ دولت آباد میں ۷۲۰ھ میں پہونچے اور تبلیغ و ہدایت کے چند سال کے بعد آپ کا انتقال ۷۳۸ھ، ۱۳۳۸ء میں ہوا '' [۱]

(۵)

'' اجمیر شریف سے روانہ ہونے کے بعد آپ (حضرت زین الدین داؤد شیرازی) دکن کی سرحد میں داخل ہوئے تو صوبۂ خاندیش میں دریائے تاپتی کے کنارے ایک فرح بخش جنگل میں ایک چھوٹا سا گاؤں نظر آیا۔ رات کو آپ وہیں ٹھہر گئے اور ندی کے کنارے ایک چورس پتھر پر بیٹھ کر وضو کیا اور جماعت سے نماز ادا کی اس وقت اس صوبہ کا ناظم ایک نیک سیرت شخص تھا بعد میں جس کی اولاد نے شاہان کی حیثیت سے ملک خاندیش پر حکومت کی۔ اس ناظم نے حضرت کی بہت خدمت کی اور مرید بھی ہوا۔ حضرت کے روانہ ہوتے وقت ان کے نام پر ایک شہر آباد کرنے کی اجازت مانگی۔ حضرت زین الدین نے مراقبہ کیا اور فرمایا کہ اس جگہ شہر ضرور آباد ہوگا چنانچہ تم تاپتی ندی کے داہنے رخ پر شہر آباد کر کے میرے پیر و مرشد شیخ برہان الدین کے نام سے موسوم کرو اور ندی کے

بائیں رُخ پر اس درویش کے نام سے۔ یہ ناظم اس کام کو انجام نہ دے سکا اور اپنی اولاد کو حضرت کے ارشاد کے مطابق شہر آباد کرنے کی وصیت کر گیا۔ ایک عرصہ کے بعد جب نصیر خاں فاروقی خاندیش کا حکمراں ہوا تو اس نے حضرت کے حکم کے مطابق دریائے تاپتی کے داہنی طرف حضرت شیخ برہان الدین کے نام پر برہان پور اور بائیں رُخ پر حضرت زین الدین کے نام پر زین آباد دونوں شہروں کی بنیاد ڈالی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں شہر کی آبادی کافی ترقی کر گئی اور برہان پور دوسو سال تک شاہان فاروقیہ کا دارالسلطنت رہا'' ۱۲؎

(۶) سید مطیع اللہ راشدؔ برہان پوری اپنی کتاب ''برہان پور کے سندھی اولیاء'' میں برہان پور کی وجہِ تسمیہ اس طرح بتاتے ہیں۔

'' شہر برہان پور برگزیدہ اولیائے کرام کی پیشین گوئی اور دعاؤں کی برکت سے آباد ہوا ہے۔ یہ پیشنگوئی عارف باللہ حضرت شیخ برہان الدین غریب قدس اللہ سرہٗ کی تھی۔ جن کے نام سے منسوب ہو کر اس کا نام برہان پور ہوا۔ نیز یہ پیشین گوئی بنائے آبادی سے تقریباً ایک صدی قبل ۷۲۰ھ واقع ہوئی تھی، اور لطف یہ ہے کہ اس وقت بھی یعنی ۷۲۰ھ میں اس غیر مقام پر صدیوں پہلے سے ایک حضرت پیر بنان قدس سرہٗ کا مزار موجود و معروف تھا۔ ان اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سنہ مذکور میں جب حضرت شیخ برہان الدین غریب نے دولت آباد جاتے ہوئے اس مقام پر قیام کیا تھا تو یہاں کے چند غیر مسلم دیہاتیوں نے آپ کو یہ بتایا تھا کہ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، جس کا نام بسانہ ہے۔ اور یہاں ایک پیر صاحب کا مزار ہے جن کو ہمارے باپ دادا اور ان کے باپ دادا پیر بنان کہتے

رہے ہیں۔ یہ معلوم کر کے آپ نے فرمایا کہ جب اس گاؤں کا نام بسانا اور یہاں کے پیر پیر بنان ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ یہاں ایک عظیم الشان اسلامی شہر آباد ہو کر رہے گا۔ [۱۳]

(۷) '' تاریخ برہان پور '' کے مؤلف ' مولوی خلیل الرحمٰن ' نے برہان پور کی وجہِ تسمیہ اس طرح بیان کی ہے:

'' حضرت برہان الدین اولیاء نے جب کہ دہلی سے طرف دولت آباد کے ارادہ فرمایا، اثنائے راہ میں جس جائے کہ اب شہر برہان پور آباد ہے۔ تشریف فرما ہوئے تپتی ندی کے کنارے پر ایک پتھر کہ ہتیا کھڑک نام مشہور ہے۔ باذان و جماعت اس پر نماز ادا کی۔ وہاں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ وسانہ اس کا نام تھا مقام فرحت بخش حضرت کو معلوم ہوا۔ درگاہ الٰہی میں دعا کی کہ یہاں شہر بنام برہان الدین غریب آباد ہو '' [۱۴]

محل وقوع

برہان پور مدھیہ پردیش کے جنوب میں مغربی سمت پر واقع مشرقی نماڑ کا اہم ضلع ہے۔ یہ ست پڑا پہاڑی سلسلے کے نشیب میں تاپتی ندی کے کنارے غیر ہموار زمین پر بسا ہوا ہے۔ °۲۱/ درجہ شمال اور °۲۷/ درجہ مشرق میں خط سرطان کے نیچے واقع ہے۔ سطح سمندر سے ۲۳۷/ فٹ یا ۲۶۲/ کلومیٹر بلندی پر ۲۱.۱۸ شمالی عرض البلد اور ۷۶.۱۳ مشرقی عرض البلد پر واقع ہے [۱۵]

حدودِ اربع

برہان پور واضح طور پر چار (۴) حصوں میں تقسیم ہے۔ مشرق میں تاپتی ندی، زین آباد، آہو خانہ، حکیمیہ اسکول، قادریہ اسکول اور مغرب میں پنچالہ، پاتونڈا، لال باغ ریلوے اسٹیشن، بہادر پور، نہر خیر جاری (خونی بھنڈارہ) اور سندھی بستی ہے۔ شمال میں صنعتی علاقہ ادھیوگ نگر، گرودوارہ (بڑی سنگت) شاہ درا (درگاہ حکیمی) اوراسیر کا گھنا جنگل ہے۔ اور جنوب میں شکار پورہ گیٹ، سوامی نارائن مندر، راج پورہ گیٹ جے سنگھ پورہ واقع ہے۔ درمیان میں جامع مسجد، محلّہ خانقاہ، نعمت پورہ، حریر پورہ، مومن پورہ وغیرہ محلے اور مقامات ہیں۔

یہ شہر اٹارسی، بھساول مرکزی ریلوے لائن (سینٹرل ریلوے لائن) سے جڑا ہوا ہے۔ جس سے ہندوستان کے تمام مقامات کے لئے بآسانی سفر کیا جا سکتا ہے۔ ممبئی سے اس کی دوری ۴۹۹ر کلومیٹر، بھساول ریلوے جنکشن سے ۶۲ رکلومیٹر، اندور سے ۱۸۰، بھوپال سے ۳۴۰، کلومیٹر اور کھنڈوہ سے ۶۹ رکلومیٹر ہے۔ اس کے علاوہ اندور، امراوتی شاہ راہ (ہائی وے) نمبر "۲۷" شہر سے ہوکر گزرتی ہے۔ یہ شہر روڈ ویز کے ذریعے ہندوستان کے تمام مقامات کے سفر کرنے کی سہولت بھی رکھتا ہے۔

موسم اور مانسون

اتاؤلی اور تاپتی خاص ندیاں ہیں۔ شہر کی آب و ہوا کافی گرم ہے۔ یہ شہر ہندوستان کے کم بارش والے علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔ مانسون کے ذریعہ برسات ہوتی ہے۔ جو عام طور پر ۷ر جون سے شروع ہوتی ہے اور تقریباً ۵۰ رسینٹی میٹر سے زیادہ برسات ہوتی ہے۔ یہاں کی مٹی میں یہ خاصیت ہے کہ خورد اشیاء کی تقریباً تمام ترفصلیں یہاں پیدا ہوتی ہیں۔

معاشی وتجارتی صورت حال

برہان پور کے زیادہ تر لوگوں کے معاش کا اہم ذریعہ پاورلوم ہے، جسے شہر کی تجارت اور معاش کے سلسلے میں ریڑھ کی ہڈی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ معاش کا دوسرا اہم ذریعہ بیڑی کی صنعت پر منحصر ہے۔ مذکورہ دونوں صنعت کے سبب ہی برہان پور نے ترقی کی منزلیں طے کی ہیں۔ اس سلسلے میں ذیل کا اقتباس اہمیت کا حامل ہے:

'' برہان پور شہر کے بیشتر باشندوں کا ذریعۂ معاش پاورلوم ہے۔ آبادی کا کچھ حصہ بیڑی کی صنعت سے وابستہ ہے... ماضی میں یہاں پارچہ بافی ہینڈلوم کے ذریعے کی جاتی تھی۔ لیکن زمانے کی ترقی کے ساتھ یہاں کی اس صنعت میں بھی چنداں تبدیلیاں آئیں اور جدید مشینوں کا استعمال کثرت سے اس صنعت کو فروغ دینے کے لئے کیا جانے لگا۔ دور قدیم سے اس شہر کو پارچہ بافی میں کمال حاصل رہا ہے۔ اس صنعت میں یہاں کے عوام نے اپنی محنت و مشقّت کے ذریعے خوب ترقی کی اور ایسے کپڑے تیار کئے کہ سلاطین و رؤسا اور بیگمات حرم نے اپنے ملبوسات بنائے '' [۱۶]

اس بات کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ جہاں کے دورِ حکومت میں مشہور انگریزی سیاح '' ٹرے ورنیئر '' نے ۱۶۴۱ء اور ۱۶۵۶ء میں دومرتبہ برہان پور کا دورہ کیا۔ اور آنکھوں دیکھا حال اپنے سفر نامے میں لکھا:

'' یہاں کی تجارت کے تانے بانے سارے ممالک اسلامی تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں سے عمدہ قسم کا ململ اور اطلس بھیجا جاتا تھا۔ جو ان ممالک میں نقاب، پلنگ پوش اور رومال بنانے کے کام آتا تھا۔ ریشمی کپڑے اور زربفت کی نہایت

نفیس بافندگی ہوتی تھی ۔تانے اور بانے میں سونے اور چاندی کے تار بنے جاتے تھے۔ ریشمی کپڑوں پر نہایت اعلیٰ قسم کی گلداری کی جاتی تھی۔ ریشمی پارچے اور زربفت کی قیمتی اوڑھنیاں ایران اور ترکی بھیجی جاتی تھیں ''

(ماہ نامہ پیام تعلیم ،شمارہ اگست ۱۹۶۵ءص ۴۴)

اس سلسلے میں پروفیسر نجیب اشرف ندوی نے ''رقعات عالمگیری'' کے مقدمے میں تحریر کیا ہے کہ:

'' برہان پور میں شاہجہاں، جہاں آرا، اور اورنگ زیب کے پارچہ بافی کے شاہی کارخانے یہاں قائم تھے اور یہ صنعت دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہی تھی۔ ریشمی کپڑے اور زربفت کے مسلمان بنکر جو دہلی سے آکر آباد ہوئے تھے۔ایک الگ محلے میں سکونت پزیر تھے۔ ' انگریزوں کے عہد تسلّط میں ان کا بھی ایک کارخانہ برہان پور میں تھا '' ۱۸

اطالوی سیاح '' نکولاؤ منچی'' جو داراشکوہ کے عہد میں ہندوستان آیا اور اسی کی فوج میں شامل ہو گیا تھا۔اس نے بھی برہان پور کی سیاحت کی تھی۔اپنے سفرنامہ میں برہان پور کے مختلف قسم کے کپڑوں کے متعلّق لکھا ہے کہ

''یہاں متنوع اور رنگ برنگ کے کپڑے خصوصاً عورتوں کے سرخ وسفید دوپٹے اور نقاب بنانے کا کپڑا بہت نفیس اور عمدہ تیار ہوتا تھا۔ارمنی سوداگر جو یہاں رہتے تھے اس کی تجارت کرتے تھے اور ساور کی منڈیوں میں برآمد کرتے تھے'' ۱۹

اسی طرح مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے اپنی مشہور کتاب ''تذکرہ شاہ ولی اللّٰہ'' میں برہان پور کی پارچہ بافی کی عظمت کے متعلّق لکھا ہے کہ

''ہندوستان کا مشہور تجارتی شہر برہان پور جو مغلوں کے عہد میں ہندوستان کا گویا
لنکا شائر یا مانچسٹر ہونے کی حیثیت، صنعت پارچہ بافی میں رکھتا تھا۔اور بکثرت
اسی تعلّق سے یورپ کے تاجروں کی آمدورفت کا یہ آماج گاہ بنا ہوا تھا'' ۲۰

۱۸۵۷ء کی نامکمّل تحریک آزادی کے بعد یو. پی. کے مختلف شہروں سے کئی خاندان ترک وطن کر کے برہان پور آئے۔ان کی آمد سے صنعت پارچہ بافی میں مزید ترقی ہوئی۔۱۹۰۵ء میں تاپتی مل کا قیام عمل میں آنے سے جہاں ایک طرف اس صنعت کو ترقی ملی وہیں دوسری طرف سینکڑوں بنکر اور جولاہے ملازمت سے وابستہ ہوئے۔

پاورلوم اور بجلی گھر کا قیام

۱۹۳۱-۳۲ء میں برہان پور بلدیہ کے سیکریٹری سید بشارت علی صاحب نے امین سیٹھ (مالیگاؤں والے) عبداللہ بھائی سروری اور امانت سیٹھ صاحبان کو ۲۰-۲۰/ لوم دیئے اور خان خاناں کی تعمیری یادگار '' اکبری سرائے ''میں پاورلوم کو چلانے کے لئے تربیتی کیمپ لگایا گیا۔

۱۹۳۴ء میں بجلی گھر قائم ہوا اور بنکروں کو پاورلوم لگانے کی طرف راغب کیا گیا۔مولوی امانت اللہ صاحب اس سلسلہ میں سب سے سبقت لے گئے اور سب سے پہلے پاورلوم لگانے کا اعزاز انہیں حاصل ہوا۔۱۹۵۶ء میں پاورلوم پر رنگین ساڑیاں بنانے پر روک لگائی گئی، جب سے آج تک پاورلوم پر سفید کپڑا (جسے لٹھّا بھی کہا جاتا ہے) تیار کیا جانے لگا ہے۔کپڑے کو بہتر سے بہترین اور عمدہ سے عمدہ ترین بنانے کے لئے سائزنگ، کیلنڈرنگ، پرنٹنگ وغیرہ سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، جن سے یہ شہر ترقی کی طرف گامزن ہے۔ ۲۱

دیگر صنعتیں

کپڑوں کی صنعت کے علاوہ قدیم زمانے میں جہاں ایک طرف خوبصورت تانبے اور پیتل کے عمدہ ترین برتن بنائے جاتے تھے، ساتھ ہی وہیں مٹی اور کانچ کے نقش ونگار والے برتنوں کے لئے بھی یہ شہر مشہور تھا۔ برہان پور سے متّصل بستی زین آباد، کاغذ سازی کے سلسلہ سے مشہور تھی اور آج بھی برہان پور کی تحصیل نیپانگر، اخباری کاغذ کی مل کے سبب ہندوستان گیر شہرت رکھتا ہے۔ ایک طرف جہاں شکر فیکٹری سے تیار شدہ شکر تہواروں اور شب و روز کی زندگی میں شیرینی اور مٹھاس گھولتی ہے، وہیں دوسری طرف کپاس کی فصلیں لوگوں کو لباس عطا کرتی ہیں۔ ساتھ ہی چنا، گنا، سویا بین اور خصوصاً کیلے کی فصلیں خلق خدا کو غذا فراہم کرنے کے ساتھ صحت وتندرستی عطا کرتی ہیں۔ یہ صنعتی ذرائع شہر کی ترقی میں مددگار اور یہاں کی باشندوں اور حکومت کی معاشی منفعت کا ذریعہ بھی ہیں۔

برہان پور کی بندوقیں، کٹاریں اور توپیں

پرانے زمانے میں یہاں کٹاریں، بندوقیں، اور توپیں بھی ڈھالی جاتی تھیں، جس کے متعلّق پروفیسر ڈاکٹر شیخ فرید نے اپنے مضمون '' برہان پور کی بنی توپیں '' میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ فاروقی عہد میں یہاں توپیں ڈھالنے کے بڑے بڑے کارخانے تھے۔ رتا گڑھ (کھنڈوہ) میں اسیر گڑھ سے نکالی گئیں ۱۳ (تیرہ) توپیں آج بھی ان کارخانوں کی یادگار ہیں۔ بہادر شاہ فاروقی کے عہد میں یہاں ۱۵۰۰ (پندرہ سو) سے زائد توپیں تھیں، جسے مشکل سے کئی ہاتھی کھینچ سکتے تھے۔ خاص طور پر اورنگ زیب کے زمانے میں ڈھالی گئی '' ہیبت الملک '' توپ اس قدر طاقت ور تھی کہ اس زمانے کی کئی توپیں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھیں۔ یہ ۱۹۰۸ء میں ناگ پور بھیج دی گئی، جو میوزیم کے میدان میں رکھی ہوئی ہے۔ جب اورنگ زیب نے صدر مقام برہان پور

۱۵۱ء سے ۱۸۷ء تک نماڑ پر شنگ کی حکومت رہی ۔ پہلی صدی قبل مسیح کے آخر آخر میں ساتواہن راجاؤں کی سلطنت میں رہا، درمیان میں کچھ عرصہ نہپان حکومت کے ماتحت، زمانے نے کروٹ بدلی تو پھر ساتواہن کی حکومت دوبارہ قائم ہوئی۔

ساتواہن کے بعد کردمک خاندان کے راجا ۲۵۰ء تک اس علاقے کے مختار رہے ۔ ۲۵۱ء سے ۲۷ ۔ ۳۶۶ء تک آبھیر حکمرانوں کی نگہبانی میں رہا۔ آبھیر حکومت کے خاتمہ کے بعد واکاٹک یا وامارک حکومت کا آغاز ہوا، انہوں نے ۵۱۰ء تک اس علاقہ پر فرماں روائی کی۔ ۲۴

نماڑ کی آنکھوں نے ۵۱۱ء سے ۱۲۷۹ء تک کے زمانے میں تقریباً ۶ (چھ) خاندانوں کے بادشاہوں کی حکومتوں کا عروج وزوال دیکھا۔ اس عرصہ میں گپت، کل چری، وردھن، چالوکیہ، راشٹر کٹ اور گرجر حکومتیں قائم ہوکر زوال پذیر ہوئیں۔ ۱۳۰۵ء تک نماڑ پر پرمار، اہیر اور چوہان راجاؤں کی حکمرانی رہی۔ ۲۵

اس ابتدائی اور قدیم دور کی تاریخ میں یہاں کے تہذیب وتمدن اور تعمیر وثقافت پر مقامی رنگ وروغن کی چمک دکھائی دیتی ہے۔ قلعہ، گڑھی، تیرت گاہیں اور منادر وغیرہ بوسیدہ حالت میں اس زمانے کی سماجی، تہذیبی اور ثقافتی کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔ آج بھی یہ تہذیب نماڑ کے قدیم باشندوں : گونڈ، بھیل، بھلالے، کورکو اور آدی باسیوں میں زمانے کی ترقی کے ساتھ دکھائی دیتی ہیں، جیسے گاؤں، قصبات اور دیہی علاقوں میں خاص تہواروں، میلوں اور شادی بیاہ کے موقعوں پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۲۹۶ء میں مشرقی نماڑ (برہان پور) کی تاریخ میں ایک اہم اور قابل ذکر واقعہ سرزد ہوا۔ یادو خاندان کے حکمراں رام چندر سے ٹیکس وصول کرنے کے بعد دیوگری (دولت آباد) سے لوٹتے وقت علاؤالدین خلجی نے خان دیش پر حملہ کیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس وقت اسیر گڑھ پر چوہان خاندان

کے راجا راؤ چند کی حکومت تھی ۔ ۱۳۰۵ء میں چوہان حکومت کا خاتمہ ہوا اور ۱۳۰۵ء ہی میں یہ علاقہ خلجی سلطنت کے اقتدار میں آ گیا، جس کے سبب شمالی ہند سے رشتے ہموار ہوئے ۔ ۱۴۰۰ء کے آخر تک اس پر خلجی اور تغلق سلاطین کے صوبے داروں کی حکومت رہی ۔ تیمور کے حملہ کے سبب حکومت کمزور ہونے لگی بغاوت کے علم بلند ہونے لگے، ملک کے مختلف علاقوں میں آزاد حکومتیں قائم ہوئیں ۔ مشرقی نماڑ (برہان پور) میں خاندیش کے ملک راجا فاروقی نے سلطان فیروز شاہ تغلق کے انتقال کے بعد صوبے داری سے رشتہ توڑ کر ۱۳۹۸ء میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ۔ یوں تو فاروقی خاندان اس علاقہ پر ۱۳۷۰ء سے ناظم وصوبے دار کی حیثیت سے حکومت کرتا چلا آ رہا تھا ۔ ۲۶

حواشی

(۱) برہان پور میں اردو نثر نگاری : ماضی اور حال کے آئینے میں : پروفیسر وسیم افتخار انصاری، رشید بک ڈپو برہان پور، نومبر ۲۰۱۲ء ص ۲۲

(۲) نماڑ : تاریخ کے آئینے میں: ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری، بشمول ماہ نامہ حکیم الامت سری نگر کشمیر، جلد ۸ شمارہ ۷ فروری ۲۰۱۴ء ص ۳۹، ۴۰

(۳) ذکر برہان پور : اختر پرویز، بشمول روزنامہ ندیم بھوپال، برہان پور اردو تعلیمی کانفرنس نمبر ۲۵۔۲۶ مارچ ۱۹۹۵ء ص ۵

(۴) گہوارۂ علم دارالسرور : مولوی معین الدین ندوی، سردار پریس مالیگاؤں ۱۹۷۸ء ص ۱۱

(۵) اخبارالاخیار (اردو) : شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مترجمین مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، ادبی دنیا دہلی، طبع اوّل ۱۹۹۴ء ص ۵۲۴ اور ۵۲۷

(۶) ایضاً..ص ۵۲۹

(۷) مفتاح السرور عادل شاہی : ڈاکٹر شیخ فرید برہان پوری، بشمول ہفت روزہ ہماری زبان دہلی، جلد ۲۶ شمارہ ۱۰، ۸/ مارچ ۱۹۶۷ء ص ۸

(۸) اخبارالاخیار (اردو) : شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مترجمین مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، ادبی دنیا دہلی، طبع اوّل ۱۹۹۴ء ص ۲۰۶

(۹) گلزارالابرار : مولوی محمد غوثی، مترجم : مولوی حافظ فضل احمد اُجّین، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۹ء ص ۹۰

(۱۰) تاریخ اولیائے کرام برہان پور : بشیر محمد خان، طبع سوم، ممتاز پریس برہان پور، جنوری

۲۰۱۱ء ص ۲۳

(۱۱) تاریخ اولیائے کرام برہان پور : بشیر محمد خان، طبع سوم، ممتاز پریس برہان پور، جنوری ۲۰۱۱ء از ''سیرت الاولیاء''

(۱۲) ایضاً...ص ۴۱

(۱۳) برہان پور کے سندھی اولیاء : سید مطیع اللہ راشد برہان پوری، سندھی ادبی بورڈ کراچی، پاکستان، طباعت سوم ۲۰۰۶ء ص ۲۷

(۱۴) تاریخ برہان پور : مولوی خلیل الرحمٰن برہان پوری، مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۸ء ص ۱۴

(۱۵) برہان پور وکاس یوجنا...ص ۴

(۱۶) برہان پور میں اردو نثر نگاری : ماضی اور حال کے آئینے میں : پروفیسر وسیم افتخار انصاری، رشید بک ڈپو، برہان پور، نومبر ۲۰۱۲ء ص ۵۵

(۱۷) ماہ نامہ پیام تعلیم دہلی، شمارہ اگست ۱۹۶۵ء ص ۴۴

(۱۸) مومن انصاری برادری کی تہذیبی تاریخ : ڈاکٹر مومن محی الدین، بھاوے پرائیویٹ لمیٹیڈ ممبئی ۸، مارچ ۱۹۹۴ء ص ۶۵۷

(۱۹) برہان پور کے اہم مرثیہ نگار : ڈاکٹر جلیل الرحمٰن، رشید بک ڈپو، برہان پور ۲۰۰۳ء ص ۵۷

(۲۰) تذکرہ شاہ ولی اللہ : مولانا سید مناظر احسن گیلانی، حافظی بک ڈپو دیوبند، اگست ۲۰۰۵ء ص ۱۵

(۲۱) برہان پور میں اردو نثر نگاری : ماضی اور حال کے آئینے میں : پروفیسر وسیم افتخار انصاری، رشید بک ڈپو، برہان پور، نومبر ۲۰۱۲ء ص ۵۶

(۲۲) برہان پور کی بنی توپیں : شیخ فرید، بشمول پندرہ روزہ ہندی نگر سیویکا، نگر پالیکا برہان پور، جلد اشمارہ ۵، ۱۵/ اکتوبر تا ۲۹/ اکتوبر ۱۹۵۲ء ص ۱۴ تا ۱۵ ہندی سے ترجمہ

(۲۳) ایم. پی. ضلع گزیٹیئر مشرقی نماڑ : مرتب راجیند رورما، ضلع گزیٹیئر وبھاگ ایم. پی. بھوپال ۱۹۷۳ء ص ۴۴

(۲۴) ایضاً..ص ۴۵ تا ۴۸

(۲۵) ایضاً..ص ۴۸ تا ۵۶

(۲۶) ایضاً..ص ۵۵ تا ۵۹

باب دوم

فاروقی دور ۱۳۷۰ء سے ۱۶۰۱ء تک

فاروقی دور ۱۳۷۰ء سے ۱۶۰۱ء تک

برہان پور کی سیاسی، سماجی، ثقافتی، علمی اور ادبی تاریخ کا باقاعدہ آغاز فاروقی سلاطین سے ہوتا ہے۔ فاروقی خاندان کے تقریباً ۱۴ر سلاطین نے ۲۳۱ر سال تک خاندیش، نماڑ کے علاقوں اور خصوصاً برہان پور پر حکومت کی ہے۔ حالاں کہ مایۂ ناز محقق اور نقاد شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنے طویل تاریخی و تحقیقی اور ادبی ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' ۲۷ میں برہان پور کے فاروقی سلاطین کے متعلّق شبہ کا اظہار کیا ہے، جب کہ مشہور مؤرخ ابوالقاسم فرشتہ نے اپنی کتاب ''تاریخ فرشتہ'' میں فاروقی خاندان کے سلاطین کے حالات کے ساتھ اُن کے سلسلۂ نسب کو خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ تک پہنچایا ہے۔ جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

سلسلۂ نسب: فاروقی سلاطین

حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ

عبداللّٰہ

محمد

محمد احمد

اصغر

اعظم شاہ

محمود شاہ

احمد

محمود شاہ

ادہم شاہ

ابراہیم شاہ بلخی

ارمعیانہ شاہ

اشعت شاہ

دانیال شاہ

سکندر شاہ

اشعت شاہ

شمعون شاہ

عثمان

علی خاں

خان جہاں

ملک راجا [۲۸]

فہرست سلاطین فاروقیہ

خان دیش کے علاقوں خصوصاً برہان پور پر جن فاروقی سلاطین نے حکومت کی، اُن کے نام ڈاکٹر شیخ فرید کے مطابق اس طرح ہیں:

۱۔ نصیر خاں (متوفی ۸۴۱ھ)

۲۔ میران عادل خاں (متوفی ۸۴۴ھ)

۳۔ مبارک خاں بن عادل خاں (متوفی ۸۶۱ھ)

۴۔ میران عینا المخاطب بہ عادل خاں بن مبارک خاں (متوفی ۸۹۷ھ)

۵۔ داؤد خاں فاروقی بن مبارک خاں (۹۱۴ھ)

۶۔ غزنین خاں (دس روز)

۷۔ عادل خاں بن نصیر المخاطب بہ اعظم ہمایوں (۹۲۶ھ)

۸۔ میران محمد شاہ فاروقی بن عادل خان (۹۴۳ھ)

۹۔ میران مبارک شاہ فاروقی بن عادل خاں (۹۷۴ھ)

۱۰۔ میران محمد شاہ فاروقی بن مبارک شاہ (۹۸۴ھ)

۱۱۔ حسن خاں فاروقی

۱۲۔ راجہ علی خاں بن مبارک خاں بن اعظم ہمایوں بن عادل خاں بن حسن خاں بن نصیر خاں (۱۰۰۵ھ)

۱۳۔ بہادر خاں (۱۰۰۹ھ)

اختتام سلطنت بعد سقوط اسیر [۲۹]

پروفیسر اکبر رحمانی نے مذکورہ سلاطین کے دورِ حکومت، وفات اور مدفن کا ایک خاکہ تیّار کیا ہے۔ جسے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

نمبر	نام حکمرانان خاندیس	دورِ حکومت	مقام وفات
۱	ملک راجہ فاروقی (بانیٔ سلطنت)	۱۳۷۰ء تا ۱۳۹۹ء	تھالنیر
۲	ملک نصیر خاں فاروقی	۱۳۹۹ء تا ۱۴۳۷ء	تھالنیر
۳	میراں عادل خاں فاروقی	۱۴۳۷ء تا ۱۴۴۱ء	تھالنیر
۴	مبارک خاں فاروقی	۱۴۴۱ء تا ۱۴۵۷ء	تھالنیر

۵	حسن خاں عینا عادل خاں فاروقی (ثانی)	۱۴۵۷ء تا ۱۵۰۱ء	برہان پور
۶	داؤد خاں فاروقی	۱۵۰۱ء تا ۱۵۰۸ء	برہان پور
۷	غزنین خاں فاروقی	۱۵۰۸ء چند دنوں بعد قتل	برہان پور
۸	اعظم ہمایوں، عادل خاں ثانی فاروقی	۱۵۰۹ء تا ۱۵۲۰ء	برہان پور
۹	محمد شاہ اوّل	۱۵۲۰ء تا ۱۵۳۵ء	برہان پور
۱۰	میراں مبارک شاہ (ثانی) فاروقی	۱۵۳۵ء تا ۱۵۶۶ء	برہان پور
۱۱	محمد شاہ ثانی	۱۵۶۶ء تا ۱۵۷۶ء	برہان پور
۱۲	راجے علی خاں	۱۵۷۶ء تا ۱۵۹۷ء	احمد نگر
۱۳	بہادر خاں فاروقی	۱۵۹۷ء تا ۱۶۰۰ء	قلعہ گوالیار ۳۰

فاروقی عہد کی سیاسی، سماجی، ثقافتی تاریخ اور تعمیرات

فاروقی عہد علمی، ادبی، سیاسی، سماجی، ثقافتی، اقتصادی، معاشرتی، فنی، تعمیری غرض کہ تمام تر تاریخ کے لحاظ سے بڑا ہی اہم دور گزرا ہے۔ اس دور میں نصیر خاں فاروقی نے ۸۰۲ھ بمطابق ۱۴۰۰ء محلّہ دولت پورہ میں ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ یہ مسجد آج بھی قائم ہے اور کالی مسجد یا پیر بنا کے نام سے جانی جاتی ہے۔ آسا اہیر کا تعمیر کردہ قلعہ جو بعد میں قلعۂ اسیر کے نام سے مشہور ہوا، اسی دور کے میراں عینا المخاطب، عادل خاں فاروقی کے عہد (۸۶۱ھ بمطابق ۱۴۵۷ء تا ۸۹۷ھ بمطابق ۱۵۰۳ء) میں مذکورہ قلعے کے مدمقابل دوسرا قلعہ تعمیر کر کے اس میں دروازۂ دوم بنوایا، جسے مالی گڑھ کہا جاتا ہے۔ ۳۱ اس نے جھارکھنڈ (جسے اب چھوٹا ناگ پور کہا جاتا ہے) تک سلطنت کو وسیع کیا، اسی لئے تاریخ میں اسے شاہِ جھارکھنڈ (شاہِ جنگلات) سے موسوم کیا گیا ہے۔ ۳۲ میران عینا المخاطب

یہ عادل خاں بن مبارک خاں نے حضرت شیخ یوسف عرف شاہ جوسی (المتوفی ۸۴۰ھ) کی سکونت کے لئے خانقاہ اور ایک مسجد تعمیر کروائی۔ خصوصاً دریائے تاپتی کے کنارے ایک عظیم الشان محل تعمیر کروایا۔ جو شاہی قلعہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قلعہ میں ارجمند بانو عرف ممتاز محل (زوجہ شاہ جہاں) نے زندگی کے آخری دن گزارے تھے۔ عادل خاں نے اور بھی کئی تعمیرات یادگار چھوڑی ہیں جو صدیوں کے سرد و گرم حالات دیکھ کر کمزور ہوگئیں۔ کچھ کھنڈر میں تبدیل ہوگئیں، زمانے کے بے رحم ہاتھوں نے نہ جانے کتنے آثار مٹا دیئے ہیں۔

فاروقی خاندان کے ساتویں بادشاہ عادل خاں بن نصیر خاں فاروقی جو سلطان محمود بیگڑا گجراتی کا نواسہ تھا اور اسی نے عادل بن نصیر خاں فاروقی کو "اعظم ہمایوں" کا خطاب عطا کیا تھا۔ اس نے برہان پور پر (۱۵۱۰ء تا ۱۵۲۰ء) ۱۰ / سال حکومت کی۔ اس کے عہد حکومت میں اردو کے اولین شاعر شاہ بہاؤالدین باجن (۷۹۰ھ بمطابق ۱۳۸۸ء تا ۹۱۲ھ بمطابق ۱۵۰۶ء) کے مزار پر عالی شان گنبد اور اس کے مغرب میں خوب صورت تین گنبد والی مسجد بھی تعمیر کروائی۔ یہ دونوں عمارتیں آج بھی اس کی یادگار ہیں۔ عادل بن نصیر خاں کی اہلیہ رقیہ بیگم جو مظفّر شاہ گجراتی کی دختر نیک اختر تھیں، اس نے دروازہ اتوارہ روڈ پر لبِ سڑک بڑی شان دار مسجد تعمیر کروائی۔ یہ بی بی کی مسجد کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس مسجد کے متعلّق مولوی معین الدین ندوی نے لکھا ہے:

> "اس مسجد میں عربی و فارسی کی تعلیم کا ایک بڑا مدرسہ تھا جس میں عہد عالمگیر کے مشہور عالم مولانا عبدالعظیم صاحب شرح عین العلم کا درس دیتے تھے" ۳۳

فاروقی خاندان کے دسویں بادشاہ میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی نے (۹۷۴ھ بمطابق ۱۵۶۷ء تا ۹۸۴ھ بمطابق ۱۵۷۶ء) اپنے عہد حکومت میں شیخ محمد بن فضل اللہ لقب نائب رسول اللہ ﷺ احمد آباد گجرات سے جب برہان پور تشریف لائے تو میراں محمد شاہ نے ان کے قیام،

عبادت وریاضت اور درس وتدریس کے لئے خانقاہ اور مسجد تعمیر کروائی، جس میں وہ:

'' علوم دینی، حدیث، تفسیر، فقہ کا درس دیتے تھے '' ۳۴

فاروقی خاندان کا بارہواں روشن ذہن، پاکیزہ مزاج اور دوراندیش بادشاہ، میراں راجے علی خاں بن مبارک شاہ فاروقی تھا۔اس کی سادگی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے نام کے ساتھ جڑے لفظ '' شاہ '' کو حذف کر دیا تھا، وہ ایک علماءوادباء، فضلاءوفقہاء، صوفیہ وفقراء اور رعایا پرور بادشاہ تھا۔علوم وفنون اور تعمیرات میں بھی خاصی دلچسپی رکھتا تھا۔اس نے (۹۸۴ھ بمطابق ۱۵۷۶ءتا ۱۰۰۵ھ بمطابق ۱۵۹۷ء) تقریباً ۲۱/اکیس سال بڑی کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔اپنے عہد میں کئی باغیچے، مقبرے، مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ ۹۹۵ھ بمطابق ۱۵۸۸ء میں اسیر گڑھ کی عیدگاہ تعمیر کروائی۔اسیر گڑھ کی جامع مسجد اور جامع مسجد برہان پور اسی کی یادگار ہیں۔ یہ عظیم الشان مساجد : فنِ تعمیر کی عمدہ مثالیں ہیں، جن میں لگے عربی، فارسی کے ساتھ سنسکرت کے کتبات اس کی وسیع النظری، دریادلی اور ملن ساری کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔جاوید انصاری نے آثار فاروقیہ، شاہ کار فاروقیہ اور مسجد گائڈ وغیرہ کتابوں میں ان تعمیرات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

فاروقی عہد میں شعروادب کا آغاز وارتقاء

برہان پور میں فاروقی دور بڑا اہم دور گذرا ہے۔جس میں برہان پور کی علمی وادبی، سیاسی و معاشرتی، تعمیری اور ثقافتی تاریخ اور ترقی میں گوناگوں اضافے ہوئے، شعروادب کی داغ بیل بھی اسی عہد کی متشکّر وممنون ہے۔اس دور کے اولین شعراء میں سعدی دکنی کا شمار ہوتا ہے۔

اردو کے اولین شاعر سعدؔی دکنی برہان پوری

سعدؔی دکنی کے نام، وطن، اشعار وغیرہ کے سلسلے میں محققین اور مؤرخین ادب میں

اختلاف پایا جاتا ہے۔ایک گروہ انہیں کاکوروی بتاتا ہے، جن میں ذیل کے تذکرہ نگار اور محقق شامل ہیں:

۱)	حکیم شمس اللّٰہ قادری	تاریخ زبان اردو
۲)	ملا نظام الدین احمد	طبقات اکبری
۳)	حامد حسن قادری	داستان تاریخ اردو
۴)	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	دبستان دہلی
۵)	ڈاکٹر عطا کاکوروی	غزل انسائیکلو پیڈیا

دوسرا گروہ انہیں دکنی ثابت کرتا ہے، جن میں ذیل کے تذکرہ نگار اور محقق شامل ہیں:

۱)	میر تقی میرؔ	نکات الشعرا
۲)	میر فتح علی گردیزی	تذکرہ ریختہ گویان
۳)	میر حسن	تذکرہ شعرائے اردو
۴)	لچھمی نارائن شفیقؔ اورنگ آبادی	چمنستان شعراء
۵)	نصیر الدین ہاشمی	دکن میں اردو
۶)	میر قدرت اللّٰہ قاسمؔ	مجموعۂ نغز

مذکورہ گروہ سے ہٹ کر قائمؔ چاندپوری نے سعدیؔ کو ’’ مخزن نکات ‘‘ میں سعدیؔ شیرازی سے منسوب کیا ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے جب قائم چاندپوری کے تذکرہ ’’ مخزن نکات ‘‘ پر مقدمہ تحریر کیا تو قائمؔ کے خیال کو خام خیالی بتایا ہے۔مثلاً

’’ قائم نے طبقہ اول کی ابتداء شیخ سعدی سے کی ہے اور لکھا ہے کہ اس پر جمہور کا اتفاق ہے جب شیخ سعدی گجرات تشریف لائے اور جیسا کہ بوستاں میں مذکور ہے تو یہاں کی زبان سے واقفیت حاصل کر کے ایک دو غزل ریختہ میں لکھیں۔

اگر چہ یہ صحیح نہیں ہے " ۳۵

صحیح کیا ہے۔ بابائے اردو نے اس کی وضاحت پیش کی ہے۔انہیں کی زبان میں چند سطور ملاحظہ کریں:

" جو ریختہ شیخ سعدی شیرازی سے منسوب چلا آرہا ہے۔ پہلے اس کی تردید میرؔ
صاحب ہی نے کی اور یہ بتایا کہ یہ شاعر دکنی تھا " ۳۶

سعدیؔ کو دکن سے ہٹ کر دوسرے دبستان سے جوڑنے والوں میں قائمؔ چاند پوری کو اولیت حاصل ہے۔ جب قائمؔ کے بیان کو ہی بابائے اردو مولوی عبدالحق نے غلط ثابت کر دیا تو بعد کے اہل قلم کی تجاویز معدوم سمجھی جا سکتی ہیں۔

میرؔ کے بعد میر فتح علی گردیزی نے تذکرہ " ریختہ گویان " میں، میر حسن نے تذکرہ " شعرائے اردو " میں، میر قدرت اللہ قاسمؔ نے " مجموعۂ نغز " میں سعدی کو دکنی ہی قرار دیا ہے لیکن دکن کے کس شہر میں ان کی زندگی گذری، اس بات کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔اس سلسلے میں لچھمی نارائن شفیقؔ اورنگ آبادی نے اپنے تذکرہ " چمنستان شعراء " میں سب سے پہلے سعدی کو برہان پور کا باشندہ قرار دیا ہے:

" سعدی از شعرائے سلفِ دکن است ۔ زبانش با روزمرّہ دکن آشنا۔ مرقدش
درجوارِ برہان پور است " ۳۷

اردو ترجمہ:۔

"دکن کے قدیم شعرا میں تھے۔دکن کے روزمرہ سے آشنا۔ان کا مزار برہان پور
کے جوار میں مشہور ہے" ۳۸

شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالیؔ نے بھی " حیات سعدی " میں انہیں دکنی ہی تسلیم کیا ہے اور سن وفات کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ لکھتے ہیں:

'' دکن میں بھی ایک شاعر، سعدیؔ تخلّص اس زمانے میں ہوا ہے، جبکہ ریختے کی بنیاد پڑنی شروع ہوئی تھی یہ خیال کیا گیا ہے کہ اُس کی وفات کو تقریباً چار سو برس گزرے ہیں۔ کہتے ہیں ریختے میں سب سے پہلے اُسی نے شعر کہا ہے '' ۳۹

مولانا الطاف حسین حالیؔ کے لحاظ سے سعدیؔ کی وفات کا تعین چودہویں صدی عیسوی ہوتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ موصوف نے بحوالہ بات نہیں کی ہے، پھر بھی ان کی قیاس آرائی ایک حد تک تب صحیح معلوم ہوتی ہے، جب مطیع اللہ راشدؔ برہان پوری '' برہان پور کے سندھی اولیاء '' میں انہیں برہان الدین کا مرید وشاگرد بتاتے ہیں۔ یہ روایت انہوں نے برہان الدین رازِ الہ کے ملفوظات '' روائح الانفاس '' مرتبہ سید عبدالحیٔ حسینی برہان پوری سے نقل کی ہے۔ تحریر کرتے ہیں:

'' ایک مرتبہ حضرت شیخ برہان الدین غریب قدس سرہٗ اپنے مرشد حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ساتھ ان کا ایک مرید تھا۔ '' سعدی دکنی '' جو قصبۂ سیر پور متّصل برہان پور میں دفن ہے۔ برہان الدین غریب کی توجہ تو اپنے مرشد سلطان الاولیاء کی جانب تھی، لیکن شیخ سعدی کی توجہ حضرت برہان الدین غریب کی جانب تھی، حالانکہ یہاں مرشد کے مرشد بھی موجود تھے۔ ان کی یہ ادا سلطان الاولیاء کو بہت پسند آئی، دریافت فرمایا کہ یہ جوان سعادتمند کس کا مرید ہے۔ شیخ برہان الدین نے جواب دیا اسی بارگاہ کے خاک نشینوں میں شامل ہے۔ سلطان نے خوش ہوکر کاندھے سے چادر اتاری اور شیخ سعدی کو اشارہ کیا کہ لو۔ شیخ سعدی نے جواب دیا کہ میرے پیر دینگے تو لے لوں گا۔ سلطان الاولیاء نے وہ چادر حضرت شیخ برہان الدین غریب کو دی کہ انہیں دیدو اور انہوں نے ہی دی۔ تب شیخ سعدی نے کمال ادب

بہ سر و چشم قبول کی " ۴۰

اصل عبارت اس طرح ہے:

" میفر مودند کہ روزے شیخ برہان الدین قدس سرہٗ کہ در دولت آباد مدفون است در خدمت پیر خود شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ رسید شیخ سعدی مرید شیخ برہان الدین مذکور کہ در سیر پور مدفون است ہمراہ بود شیخ برہان الدین متوجہ شیخ خود گشت و شیخ سعدی با آنکہ پیر پیر رو برو بود توجہہ با پیر خود نمود۔ این ادائے دلنشین شیخ نظام الدین گردید۔ از شیخ برہان الدین پرسید کہ این جوانِ سعادت مند از مریدانِ کیست۔ گفت از خاکسارانِ ہمیں درگاہ است۔ شیخ نظام الدین ردا از کتف بر آوردہ شیخ سعدی اشارد کرد کہ بگیر۔ شیخ سعدی بگفت کہ اگر از پیر ما برسد متیو اں گرفت۔ شیخ نظام الدین ردائے مذکور بہ شیخ برہان الدین داد تا بواسطۂ او برسد۔ شیخ سعدی آدابِ خدمت بجا آوردو بسر و چشم قبول نمود با آنکہ پیر پیرش بود بدو توجہہ نفرمود " ۴۱

درج بالا بیان کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ سعدیؔ دکنی برہان پوری، شیخ برہان الدین غریب کے مرید تھے۔ برہان الدین غریب، نظام الدین اولیاء (محبوب الٰہی) کے مرید یعنی امیر خسرو اور سعدی دکنی ایک ہی زمانے کے شاعر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم عصر شاعر ہیں۔ اگر برہان الدین غریب کی وفات ۳۸ ۷ھ بمطابق ۱۳۳۸ء میں ہوئی تو سعدیؔ دکنی، برہان الدین غریب سے تقریباً ۲۰ (بیس) سے ۳۰ (تیس) سال کے بعد وفات پائے ہوں گے۔

سید عبدالحیٔ حسینی برہان پوری کی مرتبہ " روائح الانفاس " کی طرح قائمؔ چاند پوری نے بھی " مخزن نکات " میں سعدیؔ اور خسروؔ کی محبوب الٰہی کی خانقاہ میں ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ خود

امیر خسروؔ نے بھی '' خزائن الفتوح '' میں محبوب الٰہی کی مجلس میں ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ پروفیسر شیخ فرید کے مضامین '' سعدی دکنی برہان پوری' ۴۲؎ ، سعدی دکنی ۴۳؎ ، سعدی ۴۴؎، سعدی دکھنی کا وطن اور ان کے بعض نئے اشعار ۴۵؎ '' وغیرہ سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس تحقیقی مرحلے میں سید مطیع اللہ راشدؔ کا بیان سعدیؔ دکنی کے متعلّق تاریکیوں کو منور و روشن کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقم طراز ہیں:

'' یہ روایت بجنسہ میں نے اس خیال سے درج کر دی ہے کہ سعدی دکنی پر کام کرنے والوں کو اس تازہ انکشاف اور مستند دلیل کی روشنی میں چند باتوں کا علم ہو جائے جواب تک پردۂ خفا میں تھی ، یعنی سعدی دکنی کا زمانہ حیات۔ ان کا سلسلہ بیعت اور یہیں سے بہ تاویل و تعمق دوسری راہیں بھی نکلتی ہیں۔ خصوصاً سعدی دکنی اور امیر خسرو کا ہم عصر ہونا اور روحانی تعلّق کی بناء پر یکجائی اور اس تعلّق کا خسرو کی ہندی (دکنی) زبان کی شاعری پر اثر۔ اور کیا (؟) امیر خسروؒ سے منسوب ہندی کلام میں سعدی کا کچھ کلام مخلوط تو نہیں (؟) جیسا کہ محمود لاہوری کی خالق باری غلط فہمی بلکہ خوش فہمی سے خسرو سے منسوب چلی آرہی ہے امید کرتا ہوں کہ اس دعوتِ توجہ کو قدیم اردو سے دلچسپی رکھنے والے نظر انداز نہ فرمائیں گے'' ۴۶؎

نکات الشعراء، چمنستان شعرا، مجموعۂ نغز، مخزن نکات، تذکرہ شعرائے اردو وغیرہ تذکروں میں ۲ (دو) یا ۳ (تین) اشعار ملتے ہیں:

ہمنا تمن کو دل دیا تم دل لیا ہور دکھ دیا
ہم یہ کیا تم وہ کیا ایسی بھلی کیا ریت ہے
دو نین کے کھپّر کروں رو رو کے انجھواں دل بھروں
پیش سگ کو یت دھروں پیاسا نہ جاوے میت ہے

سعدؔی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ ، ہم شعر ہے ہم گیت ہے

کتاب ”اردوئے قدیم“ میں حکیم شمس اللہ قادری نے سعدؔی کے ۵ (پانچ) شعر درج کئے ہیں۔شروع کے ۲ (دو) شعر یعنی مطلع اور اس کے بعد کا شعر کسی بھی تذکرے میں نہیں ملتا۔ ملاحظہ کریں:

قشقہ چو دیدم بر رخش گفتم کہ یہ کیا ریت ہے
گفتا ورائے باورے اس ملک کی یہ ریت ہے
اے مرد ماں شر شما ۔کتنی بڑی یہ ریت ہے
ہے ہے نمی پُرسد کسے پردیسیا ما ریت ہے ۴۷

پروفیسر شیخ فرید برہان پوری نے سعدؔی دکنی کے بعض نئے اشعار بڑی تلاش و تحقیق کے بعد دریافت کئے ہیں ۔انہوں نے سید نجیب اشرف ندوی کے ذاتی کتب خانہ میں رکھی ” بیاض شعرائے قدیم “ سے نقل کئے ہیں۔اس بیاض کا تعارف ” اوراق پارینہ “ ۴۸ کے عنوان سے ابوالفضل سید محمود قادری نے ’ نوائے ادب ‘ کے شمارہ میں پیش کیا ہے۔پروفیسر شیخ فرید نے جو کلام تلاش کیا ہے، اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

جانا ہماری جیو کون، ہمکو بہت پر میت ہی
دل می رود با خود بیر تن من سو اپنی میت ہے
تج جیو لے کر رک دیا، تیرا ہمو کہ کیا کیا
تم وہ کیا، ہم یہ کیا، کیسی بھلی یہ ریت ہے
بندم بہ عشقِ تو کمر، نت او پھر کروں سینا سپر

کھیلوں جو اپنے سر اوپر، لیکن تمھاری چیت ہے
دو نین روز صد جوئیں ندیاں بھروں یوں نچھر کوئی
در فرقت تو ہم موئی، کچ بھی ہماری چیت ہے
سعدؔی غزل انگیختہ، شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ، در ریختہ، ہم شعر ہی، ہم گیت ہے۔ ۴۹ے

مختصر یہ کہ سعدی نے شیر وشکر کی آمیزش سے ریختہ کے صفحات پر جو موتی بکھیرے ہیں، ان کی آب وتاب نمایاں اور قدامت مسلّم ہے۔ سعدی کے '' میٹھے بول '' شہد وشکر سے زیادہ شیریں ہیں۔ ان کو شعر کہئے یا گیت وہ ریختہ کی '' طرح '' کو قائم کرتے ہیں جن پر استاد '' شعرائے ہند '' فریفتہ تھا۔

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے
معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا ۵۰ے

گزشتہ صفحات کی روشنی میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ برہان پور میں اردو شاعری کا آغاز سعدؔی دکنی سے ہوتا ہے۔ وہ برہان پور ہی نہیں بلکہ اردو کے قدیم ترین اور اولین شعراء میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کی صرف ایک ہی غزل مختلف تذکروں میں چند لفظوں کے ردو بدل کے ساتھ دست یاب ہوتی ہے۔ اردو غزل کے علاوہ اور ایک فارسی غزل ۵۱ے ملتی ہے۔ ماہر دکنیات ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ نے اسے سعدؔی دکنی کی غزل قرار دیا ہے۔ ۵۲ے چنان چہ برہان پور میں اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر شاہ بہاؤالدین باجنؔ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ شاہ باجنؔ سے برہان پور میں اردو شاعری کا با قاعدہ آغاز ہوتا ہے۔

برہان پور میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز : شاہ باجن

شاہ باجن کا نام شاہ بہاؤالدین، لقب و تخلص باجن ہے۔ ۷۹۰ھ بمطابق ۱۳۸۸ء میں حاجی معزالدین کے یہاں احمد آباد گجرات میں ولادت ہوئی۔ ۵۳ انہوں نے اپنی عمر کا نصف سے کچھ کم حصہ برہان پور میں گزارا۔ یہیں ۹۱۲ھ بمطابق ۱۵۰۶ء میں وفات پائی۔ شاہ باجن کا مایۂ ناز کارنامہ ' خزائن رحمت اللہ ' ہے۔ جو عام طور پر خزانۂ رحمت کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس تصنیف کا نام انہوں نے اپنے پیر و مرشد' شیخ رحمت اللہ کے نام کی مناسبت سے رکھا۔ اس میں کل سات (۷) ابواب ہیں، جنہیں خزانے کا نام دیا ہے۔ اس میں اپنے پیر و مرشد کے تفصیلی حالات کے ساتھ اولیاء، انبیاء کے حالات، افعال، سلوک و معرفت کے نکات، اورادواذکار کے فوائد وانواع، تعویذات، طلسمات، نماز و دعا، ادویہ وغیرہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ ملتا ہے۔ ساتویں باب یعنی خزانۂ ہفتم میں شاہ باجن کا کلام ملتا ہے۔ جسے خود انہوں نے ہندوی، ہندی اور گجری کہا ہے۔ ۵۴

ڈاکٹر شیخ فرید نے شاہ باجن پر بڑی عرق ریزی، جاں فشانی اور تحقیقی ریاضت کے بعد کتاب ' شاہ بہاؤالدین باجن: حیات اور گجری کلام ' قلم بند کی ہے۔ اس سلسلے میں خود انہوں نے ڈاکٹر سید یحیٰ نشیط کو ایک خط میں لکھا ہے:

> '' میں نے برسوں آنکھوں کا تیل ٹپکا کر باجن کا کلام مرتب کیا۔ انتہائی آب زدہ نسخوں کی قرأت کی۔ اس سخت محنت میں صحت اور بینائی خراب کر لی '' ۵۵

شاہ باجن کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شیخ فرید نے تحریر کیا ہے:

> '' باجن نے اپنے کلام کی زبان کو ہندوی، ہندی گجری کہا ہے۔ ان کے کلام میں ہندی محاورات اور اسلوب کا پرتو ہے۔ تصوف کے اسرار و رموز کو ہندی رمز و کنایہ میں بیان کیا ہے۔ سادہ اور سلیس لفظوں کی ترتیب ایک خاص لَے پیدا

کرتی ہے لَے موسیقی کا جز واعظم ہے یہ غنائی کیفیت ایک خاص تاثیر پیدا کرتی ہے۔ باجن کے کلام میں آج بھی وہی دلکشی ہے۔ ان کے یہاں فکر و فن کی تمام روایات ہندی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

منزل منزل جہاں اتروں

تجہ کارن ہوں جوگ لیا ۵۶ے

کتاب ''شاہ بہاؤالدین باجن: حیات اور گجری کلام '' سے باجنؔ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

باجن جب لگ ہے یہ دم تب لگ قائم اہے قدم

یوں باجنؔ باجے رے اسرار چھاجے مندل من میں دھمکے رباب رنگ میں جھمکے

صوفی ان پر ٹھمکے

یوں باجنؔ باجے رے اسرار چھاجے

باجنؔ دعا خدا اسی کی قبولے کھاوے حلال اور ساچ بولے

باجنؔ کوئی نجانے وہ کوتہا او کو تہے پرگت ہوتہایا اوہی جانے آپ کوں جب تہے پرگت ہووا !!

تیرے پنتھہ کوئی چل نسکے جوئے چلے سو چل چل تہکے

پڑہ پنڈت پو تہیں دہویاں سبہ جانہ سدہ بدہ کہویاں

سبہ جوگیوں جوگ سارے

یہ تیسی تب بکارے ۵۷ے

فاروقی دور کے دیگر شعراء

فاروقی دور شعر و ادب اور دیگر فنون کی ترقی کے لحاظ سے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ برہان پور میں فاروقی دور سے ہی دوسرے ادوار روشن ہوتے ہیں۔ خصوصاً برہان پور کی اردو شاعری کے سرچشمے اسی دور کے چشموں سے آب و رنگ اور فیض حاصل کرتے ہیں۔

سعدیؔ اور باجنؔ کے بعد جن شعراء نے شعر و ادب کی مشاطگی کی، ان کے کلام پر زیادہ تر سلوک و معرفت، پند و نصیحت، قرآن و حدیث اور عربی و فارسی زبان کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ فاروقی سلاطین صوم و صلوٰۃ کے بڑے پابند تھے۔ اسی لئے ان کے دربار سے وابستہ شعراء کی شاعری پر مذکورہ اثرات کا دکھائی دینا لازمی ہے۔ دربار سے ہٹ کر جن شعراء نے شاعری کی، اُن کی شاعری میں مذکورہ خصوصیات کے ساتھ مقامی رنگ، تغزل، عصری مسائل وغیرہ رنگ نظر آتے ہیں۔ اختصار کے سبب فاروقی دور کے شعراء کے نام، تاریخ ولادت و وفات اور منتخب کلام پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱) **شاہ منصور مجذوب** (پیدائش ۸۵۸ھ/۱۴۵۴ء۔ وفات ۲۶/ربیع الثانی ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء) کی فارسی غزل سے نموتاً ایک شعر ملاحظہ کریں:

بدنیا گر شوی دشمن ترا حق یار خواہد شد

بایں یاری مکن کز تو خدا بیزار خواہد شد ۵۸

۲) **شیخ علی متقیؔ** (پیدائش ۸۸۵ھ/۱۴۸۰ء۔ وفات ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء) نے اردو شاعری میں طبع آزمائی کی، ایک شعر دست یاب ہوا، پیش خدمت ہے:

سن سہیلی پریم کی باتا

یو مل رہے جیوں دودھ نباتا ۵۹

۳) **شیخ ابراھیم ابن عمر سندھی** (پیدائش نامعلوم وفات ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء) نے سندھی زبان میں شاعری کی، نظم لکھی ہے مگر دست یاب نہیں۔ [۶۰]

۴) **شیخ ابومحمد عارفیؔ** (پیدائش تقریباً ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۱ء۔ وفات ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء) نے فارسی میں شعری خدمات انجام دیں:

درخلوت دل ہیچ بجز یار نہ گنجد
واندر حرم وصل تو اغیار نہ گنجد [۶۱]

۵) **شیخ سلیمان سیفیؔ** (پیدائش ۲۵/صفر ۹۶۶ھ/ ۱۵۵۸ء وفات ۱۸/جمادی الآخر ۱۰۰۵ھ/ ۲۶/جنوری ۱۵۹۷ء) شاہ عیسیٰ جنداللہ کے برادر تھے۔ فارسی رباعی پیش خدمت ہے:

سیفیؔ بغم عشق مرا خوار مداں !
در ظلمت شام غم سیہ کار مداں
آں خواریم از عزت آفاق نکوست
چوں شام غم صبح پر انوار مداں ! [۶۲]

۶) **سید پیر سیدیؔ** (پیدائش نامعلوم۔ متوفی ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء) نے زبان فارسی میں اپنے جوہر دکھلائے، افسوس کہ کلام دست یاب نہ ہوسکا۔ [۶۳]

۷) **شاہ عیسیٰ جنداللہ جندیؔ** (پیدائش ۵/ذی الحجہ ۹۶۲-۶۳ھ/ ۱۵۵۴-۵۵ء۔ متوفی ۱۰۳۲ھ/ ۱۶۲۲ء) نے فارسی وارد و شاعری کے دامن کو وسیع کیا۔ دست یاب شدہ کلام سے چند نمونے

درج کئے جارہے ہیں:

اے طوطیٔ خوش گو بمنقار دو عالم!
شہ آئینہ روئے تو رخسار دو عالم
خواہی برخ خویش زہر گونہ تماشا!
ورنہ غرضت چیست ز اظہار دو عالم ۶۴

جے ہر کو بسرا دے سہی
دنیا نانْو اسی کا کہی ۶۵

۸) **ملک محمود بن پیارو** (پیدائش نا معلوم۔متوفی ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء احمد آباد میں) کا کلام دست یاب نہیں۔ ۶۶

حواشی

(۲۷) کئی چاند تھے سرِ آسماں : شمس الرحمٰن فاروقی ، پینگوئن بکس دہلی ۲۰۰۶ء ص ۲۳، ۲۴ اور ۴۴

(۲۸) تاریخ فرشتہ : محمد قاسم فرشتہ (اردو) ترجمہ عبدالحیٔ خواجہ (مشفق خواجہ) جلد چہارم، المیزان ۔ لاہور پاکستان ۲۰۰۸ء ص ۵۹۴

(۲۹) دارالسرور برہان پور : ڈاکٹر شیخ فرید برہان پوری، بشمول رضا لائبریری ریسرچ جرنل رام پور، شمارہ ۱ ۱۹۸۹ء ص ۵۷

(۳۰) تاریخ خاندیش کے بکھرے اوراق : پروفیسر اکبر رحمانی، ایجوکیشنل اکادمی، جلگاؤں ۱۹۹۴ء ص ۲۱

(۳۱) ایم. پی. ضلع گزیٹیئر مشرقی نماڑ : مرتب راجیند رورما، ضلع گزیٹیئر وبھاگ ایم. پی. بھوپال ۱۹۷۳ء ص ۶

(۳۲) ایضاً...ص ۶۲

(۳۳) گہوارۂ علم دارالسرور : مولوی معین الدین ندوی، سردار پریس، مالیگاؤں ۱۹۷۸ء ص ۳۹

(۳۴) دارالسرور برہان پور : ڈاکٹر شیخ فرید برہان پوری، بشمول رضا لائبریری ریسرچ جرنل رام پور، شمارہ ۱ ۱۹۸۹ء ص ۵۹

(۳۵) سعدی : شیخ فرید برہان پوری، بشمول ماہ نامہ سب رس حیدرآباد دکن، جلد ۲۱ شمارہ ۹۔۱۰، ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۷ء ص ۱۹ از مقدمہ مخزن نکات ۔ مولوی عبدالحق

(۳۶) ایضاً.......................ص۱۰ از مقدمہ نکات الشعرا ص دال

(۳۷) ایضاً.......................ص۱۰ از چمنستان شعراء۔ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی ص ۳۹۵

(۳۸) چمنستان شعراء: لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی، مترجم سید شاہ عطاء الرحمن عطا کاکوی ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء ص ۴۶

(۳۹) حیات سعدی : خواجہ الطاف حسین حالی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۲۰۱۱ء ص ۳۴

(۴۰) برہان پور کے سندھی اولیاء : راشد برہان پوری، کراچی پاکستان، طباعت سوم ۲۰۰۶ء ص ۳۲۱ تا ۳۲۲ ترجمہ از روائح الانفاس، مرتبہ سید عبدالحئ حسینی برہان پوری ص ۵۲

(۴۱) ایضاً...ص۵۲

(۴۲) سعدی دکنی برہان پوری : شیخ فرید، بشمول اخبار الجمیعۃ دہلی، سنڈے ایڈیشن، ۴/نومبر ۱۹۵۷ء ص ۴

(۴۳) سعدی دکنی : شیخ فرید، بشمول ہفت روزہ ہماری زبان دہلی، ۲۲/اگست ۱۹۵۷ء ص ۲

(۴۴) سعدی : شیخ فرید برہان پوری، بشمول ماہ نامہ سب رس حیدر آباد دکن، جلد ۲۱ شمارہ ۹۔۱۰، ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۷ء ص ۹

(۴۵) سعدی دکنی کا وطن اور اُن کے بعض نئے اشعار : پروفیسر شیخ فرید برہان پوری، بشمول ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جلد ۸۱ ، نمبر ۲، اگست ۱۹۵۷ء ص ۱۴۱

(۴۶) برہان پور کے سندھی اولیاء : مطیع اللہ راشد برہان پوری، سندھی ادبی بورڈ کراچی پاکستان، طباعت سوم ۲۰۰۶ء ص ۳۲۲ کے حاشیے کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

(۴۷) اردوئے قدیم : حکیم سید شمس اللہ قادری، مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۵ء ص ۱۴۴

(۴۸) اوراقِ پارینہ :ایک قدیم قلمی بیاض (مملوکہ نجیب اشرف ندوی) مضمون نگار : ابوالفضل سید محمود قادری، بشمول سہ ماہی نوائے ادب ممبئ، اپریل ۱۹۵۶ء ص ۳۳
(۴۹) سعدی دکنی کا وطن اور اُن کے بعض نئے اشعار : پروفیسر شیخ فرید برہان پوری، بشمول ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ، جلد ۸۱ ، نمبر ۲، اگست ۱۹۵۷ء ص ۱۴۴
(۵۰) ایضاً..ص ۱۴۶
(۵۱) اردو علم و ادب کا ایک مرکز دارالسرور برہان پور : ڈاکٹر شیخ فرید، بشمول ماہ نامہ شجر برہان پور، جلد ا شمارہ ا، جنوری ۱۹۶۷ء ص ۱۲
(۵۲) ایضاً..ص ۱۲
(۵۳) شاہ بہاؤالدین باجن : حیات اور گجری کلام : ڈاکٹر شیخ فرید، پیر محمد شاہ درگاہ ٹرسٹ، احمد آباد۔ گجرات ۱۹۹۲ء ص ۲ تا ۳
(۵۴) ایضاً..ص ۱۳ تا ۱۴
(۵۵) خزائن رحمت کا اردو شعری سرمایہ : ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط ، بشمول سہ ماہی نوائے ادب، ممبئ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۶ء ص ۱۶
(۵۶) شاہ بہاؤالدین باجن : حیات اور گجری کلام : ڈاکٹر شیخ فرید، پیر محمد شاہ درگاہ ٹرسٹ، احمد آباد ۱۹۹۲ء ص ۲۷
(۵۷) ایضاً..ص ۱۲۵، ۱۳۵، ۲۲۱ تا ۲۲۳
(۵۸) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم) جاوید انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۰ تا ۱۱
(۵۹) ایضاً..ص ۱۲ تا ۱۴
(۶۰) تاریخ اولیائے کرام برہان پور : بشیر محمد خان، طبع سوم، ممتاز پریس، برہان پور

جنوری ۲۰۱۱ء ص ۲۲۰ تا ۲۲۱

(۶۱) ایضاً...ص ۲۴۰ تا ۲۴۵

(۶۲) ایضاً...ص ۳۱۸ تا ۳۲۱

(۶۳) ایضاً...ص ۳۳۲ تا ۳۳۳

(۶۴) حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہؒ : ڈاکٹر شیخ فرید، نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، حیدرآباد ۲ دکن ۱۹۷۵ء ص ۱۸

(۶۵) گہوارۂ علم دارالسرور : مولوی معین الدین ندوی، سردار پریس، مالیگاؤں ۱۹۷۸ء ص ۴۸

(۶۶) مشائخ احمد آباد : مولانا محمد یوسف، جلد دوم ربیع الاول ۱۴۳۴ھ/جنوری ۲۰۱۳ء ص ۲۲۴

باب سوم

مغل دور ۱۶۰۱ء سے ۱۷۲۰ء

مغل دور ۱۶۰۱ء سے ۱۷۲۰ء

مغل عہد ۱۶۰۱ء سے ۱۷۲۰ء میں برہان پور نے تمام شعبۂ حیات اور ہر ایک میدان میں ترقی کی منزلیں طے کیں۔ یہ عہد یہاں کی علمی، ادبی، سیاسی، سماجی، ثقافتی، اقتصادی، معاشرتی، فنی، تعمیری تاریخ کو مزید ترقی عطا کرتا ہے۔ خاص طور پر برہان پور کی شعری وادبی اور فنی و تعمیری ترقی کے لحاظ سے بڑا ہی سنہری دور گزرا ہے۔

مغل بادشاہوں میں سب سے پہلے ہمایوں نے ۹۴۲ھ/ ۱۵۳۵ء میں سرزمین برہان پور پر قدم رکھا۔ سات (۷) روزہ قیام میں اس علاقے کو تاراج کر کے مانڈولوٹ گیا، اس لئے اس کی حیثیت ایک وارد وصادر کی ہے۔ ۶۷

جلال الدین محمد اکبر

ہمایوں کے بعد مغل اعظم، جلال الدین محمد اکبر نے اس دیار کو فتح کرنے کی غرض سے قدم رکھا۔ اس کا مقصد پورے دکن کو زیر کر کے اس پر قابو پانا تھا۔ باب دکن (برہان پور) کی فتح یابی کے بغیر مقصد کی حصولیابی ممکن نہیں تھی۔ اس لئے کلید دکن (برہان پور) پر اپنی فتح کا پرچم لہرانا، لازمی تھا۔ اکبر نے اسی (۸۰) ہزار سپاہیوں کے لشکر جرار کو ساتھ لئے برہان پور پر حملہ کیا۔ تقریباً گیارہ (۱۱) ماہ کے طویل محاصرے کے بعد بالآخر اسیر گڑھ (برہان پور) فتح کر لیا۔ اکبر اپنی کامیابی پر اس قدر شاد ماں ہوا کہ اس نے انبساط کے عالم میں جامع مسجد برہان پور ۶۸ قلعہ اسیر گڑھ ۶۹ نیل کنٹھ محل مانڈو، ۷۰ وغیرہ مقامات کی عمارات پر زبردست کامرانی کے علامتی کتبات کندہ کروائے۔

جامع مسجد برہان پور کے بائیں جانب لگے کتبے سے واضح ہوتا ہے کہ شہنشاہ جلال الدین

محمد اکبر دارالسرور، برہان پور میں ایک ماہ بیس (۲۰) دن مقیم رہا۔ پچاس (۵۰) دن کی اقامت کے بعد پھر اپنے فرزند دانیال کو صوبہ دار اور عبدالرحیم خانِ خاناں کو وزیر کے عہدہ پر فائز کرتے ہوئے، لاہور روانہ ہوا۔

دانیال

دانیال نے ۱۶۰۱ء تا ۱۶۰۵ء تک برہان پور پر ایک صوبے دار کی حیثیت سے حکمرانی کی۔ اپنے عہد میں اس نے شہر کے مشرقی سمت واقع تاپتی ندی کے کنارے ایک خوب صورت عمارت یادگار چھوڑی ہے، جسے " آہوخانہ " کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی میں ارجمند بانو عرف ممتاز محل کو عارضی طور پر چھ (۶) ماہ کے لئے سپرد خاک کیا گیا تھا۔

دانیال : ہاتھی، گھوڑے، شکار اور شاعری کا بہت شوقین تھا۔ فارسی زبان میں شاعری کرتا تھا۔ موقع و محل کی مناسبت سے اردو میں بھی شاعری کرتا تھا۔ جیسا کہ ' توزک جہانگیری ' میں تحریر ہوا ہے:

> " دانیال بہت ہی عمدہ وضع قطع اور شکل وصورت کا جوان تھا۔ وہ گھوڑوں اور ہاتھیوں ...ہندی (اردو) گانوں کا بھی شوقین تھا اور کبھی کبھی صحیح محاوروں کے ساتھ ہندی زبان (اردو زبان) میں شعر کہتا تھا " ۱؎

دانیال شکار کے ساتھ بندوق اور بندوق سے شکار کرنے کا بڑا شوق رکھتا تھا۔ اس نے شکار کے لئے مخصوص بندوق بھی بنوائی تھی۔ جس کا نام " یکہ و جنازہ " رکھا تھا۔ بندوق پر اپنا ہی شعر کندہ کروا رکھا تھا۔ ۲؎

از شوق شکارے تو شود جاں ترو تازہ
برہر کہ خورد تو یکہ و جنازہ

ترجمہ: '' تیری وجہ سے شکار کا لطف اور زندگی کا مزہ اور نیا ہوگیا۔تو جس پر بھی نشانہ لگاتی ہے، وہ وہیں ڈھیر ہوجاتا ہے ''

دانیال شراب کا حد سے زیادہ عادی تھا، جس کی خبر اکبر کو ملی تو اس نے خانِ خاناں کو حکم دے کر محل میں شراب لانے پر سخت پابندی لگادی۔دانیال نے ملازمین پر دباؤ ڈال کر شراب منگوائی۔سخت پہرے داری کے سبب دنیا سے آنکھ بچا کر اسی کی پسندیدہ بندوق 'یک و جنازہ' کی نالی میں شراب بھر کر لائی گئی۔شراب میں بارود اور زنگ تحلیل ہوگیا اور شراب زہر ہلاہل بن گئی۔ پیتے ہی اس کی موت واقع ہوگئی۔ ۳ے

جہاں گیر

دانیال کی بے وقت موت کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں اکبر نے بھی دنیائے فانی کو الوداع کہا۔اکبر کی موت کے بعد جہانگیر نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی۔تقریباً چوبیس (۲۴) سال ہندوستان پر حکومت کی۔عہد شہزادگی میں کئی بار اس کی آمد برہان پور ہوتی رہی۔دانیال کی طرح جہان گیر بھی شکار کا بڑا شوقین تھا۔اور اسیر کا گھنا جنگل شکار کرنے کے لئے بے حد موزوں تھا۔وہ شکار کے ساتھ مصوری اور تعمیرات کا بھی شوق رکھتا تھا۔خانِ خاناں کے بڑے فرزند مرزا ایرج جو بڑا جری اور بہادر تھا۔اس نے کئی مہمات شجاعت کے دم پر سر کی تھیں۔مغل دربار سے جفاکشی کے سبب اسے '' شاہ نواز '' کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا۔لیکن مئے نوشی کی کثرت نے محض تیئیس (۲۳) سال کی عمر میں اسے موت کے حوالے کردیا۔ جہان گیر نے اس کی قبر پر تاج محل نما مقبرہ تعمیر کروایا، جو عوام میں '' کالا تاج محل '' کہلاتا ہے۔عرف عام میں '' پہلوان شاہ '' کے نام سے بھی مشہور ہے۔

جہاں گیر کے دور اقتدار میں اس کے فرزند شہزادہ خسرو نے بغاوت کا علم بلند کیا۔لیکن بری

طرح ناکام رہا۔ اسے گرفتار کر کے شاہی قلعہ برہان پور میں قید کر دیا گیا۔ اور ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسی طرح اس کے دو (۲) فرزند شہریار اور شاہ پرویز نے اسی شہر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

جہاں گیر نے قدرت سے موزوں طبیعت پائی تھی۔ فارسی زبان میں شاعری کرتا تھا۔ اس نے یہیں پر عبدالرحیم خانِ خاناں سے باقاعدہ ترکی زبان بھی سیکھی تھی۔ اس کا عظیم کارنامہ ''تو زک جہانگیری'' ہے، جس کا انگریزی ترجمہ الیگزینڈر راجرس (آئی.سی.ایس.) نے کیا۔ اردو ترجمہ اقبال حسین نے مع حواشی کے کیا ہے۔ ۴ے

سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے بھی اس کے شعری وادبی ذوق کی نشان دہی اس طرح کی ہے:

> ''جہاں گیر کی شہزادگی کے زمانہ ہی سے شعرا اس کے یہاں ملازم تھے۔ اس کی مجلس شعر وشاعری سے ہمیشہ گرم رہتی تھی'' ۵ے

جہاں گیر شاعری میں فیضی کا شاگرد تھا۔ زیادہ تر غزل پر طبع آزمائی کی ہے۔ غزل کے ساتھ رباعیات اور فی البدیہہ اشعار بھی رقم کرتا تھا۔ اس کی شاعری پر بزم تیموریہ میں مرقوم ہے:

> ''جہاں گیر کی ... قادرالکلامی صرف نثر تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ نکتہ سنج ادیب ہونے کے ساتھ وہ شعر وشاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتا تھا، بہ قول مولانا شبلیؒ سلسلہ تیموریہ میں یوں تو ہر فرماں روا سخن وفہم اداشناس گزرا ہے۔ لیکن جہاں گیر اس فن میں اجتہاد رکھتا تھا، وہ فطرتاً محبّت کیش تھا اور ازل سے دردمند دل لے کر آیا تھا... فیضی کا شاگرد رشید تھا، اس لیے شعر وشاعری کا نکتہ داں ... تھا'' ۶ے

بزم تیموریہ (جلد دوم) سے ایک مرصع غزل درج کی جاتی ہے۔

من چوں کنم کہ تیر بر جگر رسد ــــ تا چشم نا رسیدہ دگر بر دگر رسد

مستانہ می خرامی و مست تو عالمی اسپند می کنم کہ مبادا نظر رسد

در وصل دوست مستم و در ہجر بیقرار داد از چنیں غمے کہ مرا سربسر رسد

مدہوش گشتہ ام کہ مپویم رہِ وصال فریاد ازاں زماں کہ مرا ایں خبر رسد

وقت نیاز و عجز جہاں گیر ہر سحر امید آں کہ شعلۂ نور و اثر رسد ۷۷

عبدالرحیم خانِ خاناں

مغل دور میں سب سے اہم شخصیت عبدالرحیم خانِ خاناں کی گزری ہے۔ وہ ماہر سیاسیات، بہترین ناظم سلطنت، نیک انسان، عدیل ومنصف حاکم، مذہبی روادار، فیاض وسخی، قادرالکلام، سخن وراورسخن پرداز تھا۔عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت، ہندی، ڈربی اورفرانسیسی وغیرہ زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔

مذکورہ اوصاف کے ساتھ وہ تعمیرات میں بھی خاصی دلچسپی اورمہارت رکھتا تھا۔ ۱۶۰۸ء میں اس نے رعایا کے لئے '' عوامی حمام '' تعمیر کروایا، جوقابل دید حالت میں محلّہ انڈہ بازار میں آج بھی موجود ہے۔عوامی حمام کےقریب ۱۶۱۸ء میں ایک بڑی سرائے تعمیر کروائی۔ جسے '' اکبری سرائے '' کے نام سے جانا جاتا ہے۔جس میں فی الحال '' مویشی شفاءخانہ '' چل رہا ہےاور سرائے کے حجرے خوردونوش کی اشیاء کے ذخائر میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ برہان پور میں مسافروں، تاجروں،سفیروں اورمہمانوں کی آمد کا سلسلہ اس کے دور میں شدید تھا۔اسی بات کے پیش نظراس نے ایک چھوٹی سرائے بھی آنے جانے والوں کی سہولت کے لئے محلّہ کارنج بازار میں تعمیر کروائی تھی۔ '' بھارت ٹاکیز '' اسی کے احاطے میں ہے۔وہ پھلوں، پھولوں اورباغات کا بھی رسیا تھا۔اس نے ایران سے '' کھیرنی '' پھل کے پودے لاکرشہر کےمشرقی سمت آہوخانہ (زین آباد) میں

لگوائے تھے۔ '' لال باغ '' نزد ریلوے اسٹیشن اسی کی یادگار ہے۔

خانِ خاناں کا سب سے اہم کارنامہ '' نہر خیر جاری '' (Water Works) کی تعمیر ہے۔ یہ ''خونی بھنڈارہ '' کے نام سے بھی مشہور و معروف ہے۔ یہ ست پڑا پہاڑی سلسلے کی چٹانوں سے پاٹ کر کے مٹی کے پائپ کے ذریعے پانی شہر تک پہچانے کا کام انجام دیا کرتا تھا۔ آج بھی بڑے بڑے واٹر پمپ کی مدد سے '' آب رسانی '' کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔

اکبر اور جہانگیر کے دربار کی سب سے مؤثر چمک دار، روشن اور تاب ناک شخصیت عبدالرحیم خانِ خاناں کی تھی۔ خانِ خاناں نے برہان پور میں کم و بیش بتّیس (۳۲) سال بڑی شان و شوکت کے ساتھ گزارے۔ نہ تو وہ شہنشاہ تھے نہ بادشاہ لیکن ان کی قدر و قیمت بادشاہوں کی سی تھی۔ سیکڑوں ادباء، شعراء، حکماء اور دانشوران، اُن کے دربار سے وابستہ تھے۔ جتنے قصیدے خانِ خاناں کی شان میں کہے گئے، برگزیدہ شخصیات اور بادشاہوں کو چھوڑ کر شاید ہی کسی کی شان میں کہے گئے ہوں گے۔ اس لئے مولانا شبلی نے لکھا ہے:

> ''وہ پختہ کار شاعر تھا، ترکی اور فارسی دونوں میں کہتا تھا، اس کی شاہانا فیاضیوں اور شاعرانہ نقطہ سنجیوں نے شعر و شاعری کے حق میں ابر کرم کا کام دیا...صاحب ذوق سمجھ سکتا ہے کہ خانِ خاناں کے کلام میں...صفائی شستگی، دل آویزی اور سوز وگداز ہے '' ۷۷

خانِ خاناں نے شاعری میں ہر ایک صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔ خاص طور پر غزل اور رباعیات میں زیادہ طبع آزمائی کی ہے۔ یہاں ان کی مثنوی کا ذکر کرنا بھی بے حد ضروری ہے کہ جس کا ایک مصرعہ فارسی، اور دوسرا مصرعہ سنسکرت کا تھا۔ شاعری سے ہٹ کر وہ ایک مایۂ ناز انشاپرداز تھے۔ خطوط ہوں، فرامین ہوں یا ترجمہ نگاری ہر زبان میں، ہر مقام پر کامیابی نے ان کے قدم چومے۔

ان کا اہم کارنامہ بابر کی خودنوشت سوانح " تزک بابری " کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ ہے، جس کے متعلّق مولانا شبلی نے تحریر کیا ہے:

" نہایت سادہ، شستہ اور صاف فارسی ہے " ۷۸

عبدالرحیم خانِ خاناں نے غزل، رباعی، خطوط، ترجمے وغیرہ اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔غزل اور رباعی سے چنداشعار نمونے کے طور پر درج کئے جاتے ہیں:

شمار شوق ندا نستہ ام کہ تا چند است
جز ایں قدر کہ دلم سخت آرزو مند است

بد دستی کہ بجز دوستی نمی دانم
خدا داند و آں کہ مرا خدا وند است

تمام مہر و محبّت شدم نمی دانم
کہ دل کدام و محبّت کدام و یار کدام

چو عشق پردہ بر انداخت می تواں دانست
کہ شرم سار کدام است و تازہ روے کدام

سرمایہ عمر و زندگانی غم تست   بہتر از ہزار شادمانی غم تست
گفتی کہ چنیں و الہ و شیدات کہ کرد   دانی غم تو دگر ندانی غم تست ۷۹

مغل دور اور خاص طور پر خانِ خانی دور کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ '' تاریخ مآثر رحیمی '' ہے۔ جسے میر عبدالباقی نہاوندی نے خانِ خاناں کے حکم پر اسی شہر میں تالیف کیا ہے۔ جو ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء میں اختتام کو پہنچی۔ جسے محمد اسماعیل فہمی برہان پوری نے فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ۸۰ جس کے بارے میں جمیل اصغر رقم طراز ہیں:

'' اس (عبدالرحیم خانِ خاناں) کے زمانۂ اقتدار میں ملک اور بیرونِ ممالک سے علماء، فصحاء، حکماء، اطباء، ادباء، اور شعراء کھنچ کر اس کے دامنِ تربیت و عاطفت میں آگئے۔ دیگر علوم وفنون کے ماہرین کے علاوہ ۱۰۷/ با کمال شعراء اس کے دربار سے وابستہ تھے...طبقات اکبری کے بعد تاریخ کی جن کتابوں نے اعتبار کا مقام ومرتبہ حاصل کیا ہے ان میں ' تاریخ مآثر رحیمی ' ایک اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب طبقاتِ اکبری حبیب السیر ، منتخب التواریخ، تاریخ اکبری، اکبر نامہ، ظفر نامہ کے علاوہ کئی معتبر اور قابلِ اعتماد تاریخی کتابوں کے حوالوں سے لکھی گئی ہے۔ جسکو ایک مقدمہ اور چار/۴ فصل اور خاتمۂ کتاب پر تقسیم کیا ہے۔ اس کتاب کا آخری ایک حصہ منظوم صحیح البیاض ہے۔ جس میں مصنّف نے وہ تمام قصائد جمع کر دئے ہیں جو عبدالرحیم خانِ خاناں کی تعریف میں شعراء نے کہے ہیں۔ اس میں ہر شاعر کا حال اس کے قصیدے کے ساتھ لکھا گیا ہے '' ۸۱

شاہ جہاں

شاہ جہاں کا دور ہندوستان کی خوش حالی، علمی و ادبی ترقی اور تعمیرات کا دور ہے۔ اکبر اور

جہاں گیر سے زیادہ شاہ جہانی عہد میں ہندوستان نے ترقی کی منزلیں طے کیں۔اسی لئے اس دور کو عہدِ مغل کا دورِ زریں کہا جاتا ہے۔ جہاں گیر کے عہد سے ہی شاہ جہاں برہان پور آتا جاتا رہا۔دکن میں مغل حکومت کے خلاف ہوئی سازشوں کا خاتمہ کرنے کے لئے جہاں گیر نے شاہ جہاں کو حکم دیا، جس میں وہ کامیاب رہا۔کامیابی سے خوش ہوکر جہاں گیر نے اسے ''شاہ جہاں'' کے خطاب سے نوازہ۔ دکن کی کئی مہمات سر کیں۔ ۱۶۲۹ء میں اپنی کامیابی کا جشنِ بہاراں اسی شہر میں منایا اور اس شہر کو ''دارالسرور'' کے خطاب سے نوازا۔

شاہ جہاں نے ''دارالسرور'' برہان پور میں کئی عمارتیں تعمیر کروائیں جو آج بھی یہاں اپنی آب وتاب کے ساتھ دیدہ زیب حالت میں موجود ہیں۔اس کی تعمیر کردہ عمارات میں ''شاہی قلعہ'' کے اندر واقع ''شاہی حمام'' ہے۔ جو شاہانہ اور فنکارانہ لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔اس نے اپنی صاحب زادی کے نام پر آہو خانہ میں ایک باغ لگایا۔ ''محل گل آراء'' کی خوب صورت تعمیر اور لال باغ روڈ پر واقع ''شاہی عیدگاہ'' بھی اس کے تعمیری ذوق کی نشاندہی کرتی ہے۔

۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۱ء میں شاہ جہاں، خانِ جہاں لودھی کی بغاوت کو منہدم کرنے کے لئے برہان پور پہونچا۔اس موقعے پر اس کے ساتھ بیگم ارجمند بانو (چہیتی بیگم کے سبب ممتاز محل) تھیں۔ اسے حفاظت کی غرض سے برہان پور میں چھوڑ کر خود شاہ جہاں مقصد کی حصول یابی میں مصروف ہو گیا، کامیاب رہا۔ ادھر ۱۷/ ذی القعدہ بروز بدھ کو ممتاز محل کے یہاں لڑکی کی ولادت ہوئی لیکن چند ساعتوں میں وفات پائی اور ممتاز محل بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئی۔ دوسرے دن جمعرات کو اس کی لاش آہو خانہ (باغ آلم آراء) میں عارضی طور پر سپرد خاک کی گئی۔ چھ (٦) ماہ بعد یعنی ۱۷/ جمادالاول ۱۰۴۱ھ مطابق ۲/ دسمبر ۱۶۳۱ء ۸۲ میں شہزادہ شاہ شجاع، محمد طاہر مشہدی لقب وزیر خاں اور ستی

النساء کی نگرانی میں لاش آگرہ لے جائی گئی لیکن تاج محل کی تعمیر مکمّل نہ ہونے کے سبب سے مان سنگھ کے پوتے راجا جے سنگھ کے باغ میں دوبارہ عارضی طور پر دفن کیا گیا۔ تیسری اور آخری مرتبہ ۱۵؍ جمادی الثانی ۱۰۴۲ھ مطابق ۱۹؍ دسمبر ۱۶۳۲ء بروز سنیچر ۸۳؎ کو تاج محل میں دفن کیا گیا۔ اس طرح جب بھی اور جہاں کہیں بھی ارجمند بانو عرف ممتاز محل اور شاہ جہاں کا ذکر آئے گا، برہان پور کا ذکر بھی لازمی طور پر کیا جائے گا۔

شاہ جہاں : تعلیم یافتہ، دانشمند، علم پرور، علم ساز، شعر و ادب اور فنون لطیفہ کے ذوق وشوق جیسی کئی خوبیوں سے مالا مال تھا۔ وہ شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کا پوتا، جہاں گیر جیسے مایۂ ناز ادیب وشاعر کا بیٹا تھا۔ اس نے بزرگوں کی صحبت اختیار کی تھی۔ قاسم بیگ تبریزی، حکیم دوائی گیلانی، شیخ ابوالخیر (برادر ابوالفضل) اور شیخ وجیہہ الدین گجراتی جیسے دانشوروں، عالموں اور بزرگ ہستیوں سے علم وادب کی دولت پائی تھی۔ اسے عربی، فارسی، ترکی اور ہندوستانی زبانوں کی حسب ضرورت معلومات تھی۔ خاص طور پر فن خطاطی کے رموز سے واقف تھا۔ اس کا خط عمدہ اور اپنے دور کے فنِ خطاطی کے ماہرین میں شمار ہوتا تھا۔ محمد صالح کنبوہ نے ''عمل صالح'' میں لکھا ہے:

> ''ہیولائے خط... صورت درست پزیرفتہ تختۂ مشق از ریختہ قلم مشکیں رقمش چوں
> صفحہ رخسار نوخطان بخس خط زینت گرفت'' ۸۴؎

شاہ جہاں، جہاں گیر اور عبدالرحیم خانِ خاناں کی طرح ادیب وشاعر نہ تھا۔ لیکن اسے شعر و ادب سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ اس نے جگہ جگہ درس گاہیں، کتب خانے قائم کروائے۔ علماء کی سرپرستی کی، ادباء وشعراء کو اعزاز واکرام سے نوازہ۔ اسی لئے اس کا دربار دانشوروں سے بھرا ہوا تھا۔ عمل صالح، بادشاہ نامہ، شاہ جہاں نامہ وغیرہ جیسی اہم کتابیں اسی دور کی یادگار ہیں۔ اس کے دور کے متعلّق شبلی نعمانی نے لکھا ہے:

> ''ایران اور ہندوستان ایک مکان کے دو صحن بن گئے تھے'' ۸۵؎

اورنگ زیب عالم گیر

اورنگ زیب کا عہد مغلوں کے نقطۂ عروج کا زمانہ ہے۔ وسیع و عریض حکومت کا انتظام و انصرام، رعایا کی سچی ہم دردی، عدل وانصاف، علم وفن کا فروغ، سیاست اور سماج، سیف وقلم وغیرہ خوبیوں سے اورنگ زیب کی شخصیت مالا ل تھی۔ ۱۰۶۸ھ بمطابق ۱۶۵۷ء میں برہان الدین راز اللہ (برہان پوری) کی دعاؤں سے تخت نشین ہوئے۔ اس سے قبل شاہ جہانی عہد میں دکن کے صوبے دار رہے۔ خاص طور پر لڑکپن اور نو جوانی کا زمانہ یہیں بسر ہوا۔ اسی شہر سے صوبے داری کے فرائض محمد طاہر مشہدی المعروف وزیر خاں کے سپرد کر کے دہلی روانہ ہوئے۔ شہزادگی سے بادشاہت کی منزل طے کی۔ تعمیرات کا شوق بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے برہان پور میں شاہ پور روڈ پر "راجہ جے سنگھ کی چھتری" کے نام سے ایک خوب صورت عمارت تعمیر کروائی، یہ آج بھی اچھی حالت میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ "موتی محل" بھی اورنگ زیب ہی کے دور کی یادگار ہے۔ انہیں علم و فن سے جنون کی حد تک دل چسپی تھی۔ کتابیں ان کی کمزوری تھی۔ زندگی کے آخری ایام تک کتابوں سے رشتہ نہیں ٹوٹا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے دور میں جگہ جگہ پر درس گاہیں اور مدارس قائم کروائے، طلباء کے لئے وظیفے مقرر کئے، ادباء وشعراء کی سر پرستی کی، بہترین علماء اور دانش وران کی سر پرستی قبول کی۔ مولانا عبداللطیف سلطان پوری، میر محمد ہاشم گیلانی، علامی سعداللہ، مولانا سید محمد قنوجی، ملا سفی یزدی، ملا جیون جیسے خدا پرست، ماہرین علم وادب سے فیض پایا۔ برہان پور کے شیخ عبدالقوی برہان پوری بھی اورنگ زیب کے اساتذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اورنگ زیب، شیخ عبدالقوی برہان پوری کی بڑی قدر کرتے اور احتراماً انھیں "اخوند" کہا کرتے تھے۔ جب اورنگ زیب تخت نشین ہوئے تو شیخ عبدالقوی برہان پوری کو ہزار پانسدی کا منصب اور "اعتماد خاں" کا خطاب عطا کیا۔ وہ شیخ قطب برہان پوری کی قرأت سے بھی بہت متاثر تھے۔ شیخ قطب

برہان پوری : عابدوزاہد، متقی اور پرہیز گار ہونے کے علاوہ حافظِ قرآن بھی تھے۔انھیں کی امامت میں اورنگ زیب رمضان کی تراویح پڑھا کرتے تھے۔اسی طرح شیخ نظام الدین برہان پوری کے علم وفضل سے بھی بے حد متاثر تھے۔یہی وجہ ہے کہ اورنگ زیب نے جب اپنے عہد کی سب سے عظیم یادگار '' فتاویٰ عالم گیری '' کی ترتیب وتالیف میں پچاس (۵۰) سے زائد علماء کی ٹیم بنائی تو شیخ نظام الدین برہان پوری کو اس کا سربراہ اور افسر اعلیٰ مقرر کیا۔شیخ نظام الدین برہان پوری کی سرپرستی ہی میں تقریباً ۸۷ ۱۶۷۵ء بمطابق ۱۰۸۶ھ سے ۸۶ ۱۶۶۷ء بمطابق ۱۰۷۸ھ آٹھ (۸) سال کی عرق ریز محنت کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچایا، یہ کام فقہ اسلام میں ایک کارنامے کی حیثیت رکھتا ہے۔

ان سے ہٹ کر اورنگ زیب عالم گیر خود ایک بہترین انشا پرداز تھے۔ان کے خطوط میں علم وادب، سیاست وسماج، تہذیب وتمدن وغیرہ رنگوں نے ان کے رقعات کو رنگا رنگ بنا دیا ہے۔سید نجیب اشرف ندوی نے '' مقدمہ رقعات عالمگیری '' میں تحریر کیا ہے:

> '' اورنگ زیب کے خطوط گلہائے رنگ رنگ کے بہترین مجموعہ ہیں۔کہیں ذاتی حالات کے متعلّق اظہار خیال ہے، تو کہیں سیاسی و معاشرتی واقعات پر تنقید۔کہیں شوق ووصال بے چین کئے ہوئے ہے تو کبھی دردفراق نے مضطرب کر رکھا ہے، کسی جگہ کسی کی شادی یا ولادت کی خوشی ہے تو کہیں کسی کی موت کا ماتم۔کسی جگہ کسی افسر کی سفارش ہے تو کہیں تنبیہ۔اگر ایک خط عمارتوں اور قلعوں کے مفصّل حالات سے مملو ہے تو دوسرا باغوں اور چمنوں کی رنگین بیانی سے پُر۔کہیں عتاب ہے تو کہیں عنایت۔کبھی گرم جوشی ہے تو کبھی سرد مہری۔کبھی الزامات کی صفائی ہے تو کہیں دوسرے کے خلاف شکایت۔غرضیکہ وہ کونسی چیز

ہے جو اس مجموعہ میں نہیں ہے۔ پھر بھی وہ کونسی شئے ہے جس میں حقیقت نگاری کے ساتھ کمال ادب کو جگہ نہیں دی گئی ہے ''   ۸۸

عالم گیری عہد میں شعروادب نے ترقی کے کئی مدارج طے کئے۔ فارسی کے ساتھ ساتھ عربی اور اردو شاعری نے فروغ پایا۔ انھوں نے اپنے عہد میں دکن کا دارالخلافہ برہان پور سے اورنگ آباد منتقل کردیا۔ جس کے سبب برہان پور کے شعراء اورنگ آباد منتقل ہوگئے، وہاں اپنے جوہر دکھلاتے رہے۔ جس کے بارے میں محی الدین قادری زورؔ نے فرمایا ہے:

'' اورنگ آباد کی علمی و ادبی چہل پہل زیادہ تر برہان پور ہی کے ادیبوں اور شاعروں کی مرہون منت رہی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر برہان پوری شاعروں اور صاحبان کمال کو اورنگ آباد سے خارج کردیا جاتا تو وہاں کی محفلیں سونی نظر آنے لگتیں ''   ۸۹

مغل دور میں شعروادب کا ارتقاء

برہان پور نے مغل عہد ۱۶۰۱ء سے ۱۷۲۰ء میں زندگی کے ہر ایک شعبے میں ترقی کی منزلیں طے کیں۔ اس دور میں فنون لطیفہ کی ہر شاخ جگمگا اٹھتی ہے۔ تعمیر ہو، مصوری، نقاشی، موسیقی یا شاعری، غرض کہ تمام تر شعبے روشن دکھائی دیتے ہیں۔ اس عہد کے ادبی کارناموں میں خاص طور پر نثری ادب میں '' تزک بابری '' کا ترکی سے فارسی ترجمہ، اس کے علاوہ '' مآثر رحیمی '' اور علم فقہ کے میدان میں '' فتاویٰ عالم گیری '' کو تاریخ میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

شعروادب نے بھی اس عہد میں ترقی کے کئی مدارج طے کئے ہیں۔ یہ عہد فارسی اور اردو شاعری کے لئے بڑا ہی اہم دور رہا ہے۔ کچھ شعراء نے عربی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ سیکڑوں بیرونی

شعراءاس عہد کے علم پرور ماحول کے سبب برہان پور کھنچے چلے آتے ہیں۔خود برہان پور میں قابل ذکر شعراء پیدا ہوتے ہیں۔قیام پذیر شاعروں میں بہت سے شعراء طویل قیام کے بعد یہیں کے ہو کے رہ جاتے ہیں تو کچھ شعراء قیام کے بعد اپنے وطن لوٹ جاتے ہیں۔اسی طرح یہاں کے بہت سے شعراء تعلیم وتربیت اور علم و ہنر سے آراستہ ہو کر دوسرے علاقوں میں چلے جاتے ہیں اور وہیں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھلا کر پیوند خاک ہو جاتے ہیں۔

چنان چہ یہاں تمام تر شعراء کا تفصیلی ذکر کرنا ممکن نہیں۔اس لئے چند اہم شعراء کی پیدائش و وفات کی تاریخ کے ساتھ نمونتاً اُن کے اشعار درج کئے جا رہے ہیں، جس سے شاعری کے عہد بہ عہد ارتقاء کی تاریخ کو سمجھا جا سکتا ہے۔

۱)**مرزا جعفر بیگ** (پیدائش نامعلوم وفات ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء) نے ’’ مثنوی شیریں خسرو ‘‘ تخلیق کی۔نمونہ کلام پیش خدمت ہے:

چشمے کہ ندارد برہ قافلہ دارد　　　در باد صبا بوئے کسے ہست کہ یعقوب[۹۰]

۲)**ملا حیاتی گیلانی** (پیدائش نامعلوم وفات ۱۰۲۸ھ/۱۶۱۸ء فتح پور) نے فارسی زبان میں شعری جواہر دکھلائے۔خاص طور پر صنف رباعی پر زیادہ توجہ صرف کی:

ہر شب من و ایں دل و بلائے غم تو　　　باماہ و ستارہ ماجرائے غمِ تو

نے صبر و نہ دل گذاشت با من کہ کسے　　　ہر گز نہ شواد آشنائے غم تو[۹۱]

۳)**خواجہ سید ہاشم کشمی برہان پوری** (پیدائش نامعلوم، کشم وفات ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء برہان پور) نے

فارسی زبان وادب میں اپنے علم وفن کے شعری ونثری یادگار نمونے چھوڑے ہیں:

اے ابشار نوحہ کر از بھر کیستی   چیں بر جبیں فگندہ ز اند رہ کیستی۹۲

۴)**مرزا جانی ترخانی** (پیدائش نامعلوم وفات ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء برہان پور) نے بھی فارسی زبان کو اظہار کا وسیلہ بنایا:

عشقی خواہم کہ از خودی پاک کند   آب مژۂ کہ دہر غمناک کند

پائے کہ بیابان امل را سپرد   دستی کہ گریبان ہوس چاک کند۹۳

۵)**قلی بیگ انیسی** (پیدائش نامعلوم وفات ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء برہان پور) کا شمار مثنوی نگاران شعراء میں ہوتا ہے۔اُن کی مثنوی '' محمود ایاز '' سے نمونہ کلام درج کیا جارہا ہے:

کآفتاب جاہ و حشمت قبلہ اقبال بخت

تاج دولت خان خاناں کعبہ امن و اماں

انتظام خان خاناں کردہ دروے داوری

بعض وحبش گشتہ با عصیاں و طاعت تواماں۹۴

۶)**میر حسین کفری** (پیدائش نامعلوم وفات ۱۰۱۶ھ/ ۱۶۰۷ء برہان پور) نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔رباعیات، غزلیات اور قصائد میں انہیں کمال حاصل تھا:

گر در حاجتِ ارباب وفا بکشایند

زاں میاں ہم در میخانۂ ما بکشایند۹۵

۷)**مولانا محمد رضا نوعی** (پیدائش نامعلوم وفات ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء) کے چند اشعار نمونتاً پیش خدمت

ہیں:

بدہِ ساقی آن ارغوانی بنید   کہ روز خرامان بیابان رسید

بگر دان زرہ عمر گزشتہ را   چو شاہ نجف روز و شب گشتہ را [۹۶]

۸) **نوائی** (پیدائش نا معلوم وفات ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء برہان پور) نے فارسی زبان کو اظہار کا وسیلہ بنایا۔ افسوس کہ کلام دست یاب نہ ہوسکا۔ [۹۷]

۹) **کمال الدین جسمی** (پیدائش: نامعلوم وفات: نامعلوم) خانِ خاناں کی قدر شناسی و سخن فہمی کی شہرت سن کر ۱۰۱۶ھ میں ہمدان سے ہندوستان آئے۔ فارسی زبان میں شاعری کی:

ایں خانہ منزل طرب و جائے عشرت است
ما وائے خرمی و مکانِ فراغت است [۹۸]

۱۰) **مولانا قادری** (پیدائش نامعلوم وفات نامعلوم) تصوف و تغزل کو شاعری کا محور بنایا۔ عاشقانہ اور عارفانہ اشعار کہے۔ خانِ خاناں کے دربار سے وابستہ تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ کریں:

خانِ خاناں کہ بہ تعظیم بزر گیش فلک
باز گیرد چو کواکب حرکات از دوراں [۹۹]

۱۱) **دوست محمد ابوالعلائی** (پیدائش: ۹۹۶ھ/۱۵۸۷ء وفات: ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء) کا نام تاریخ کی

کتابوں میں درج ہے۔اُن پر ڈاکٹر شیخ فرید نے تفصیلی مقالہ قلم بند کیا ہے۔دوست محمد کا تخلیقی کارنامہ ’’ پیم کہانی ‘‘ ہے۔اُن کے ہندی (اردو) دوہے کافی مشہور ہیں۔ ’’ پیم کہانی ‘‘ سے نمونہ کلام پیش کیا جارہا ہے:

پیم کہانی کہت ہوں سنو سکھی تم آئے
پی ڈھونڈن کو ہوں گئی آئی آپ گنوائے [۱۰۰]

۱۲) **سید علی معصوم** (پیدائش ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء وفات: نامعلوم) صاحب دیوان شاعر تھے۔افسوس کہ کلام دست یاب نہیں ہے۔[۱۰۱]

۱۳) **میر صابر اصفہانی** (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۲ء) کا تخلیقی میدان مختلف اصناف پر مشتمل ہے۔رباعی پر خصوصی توجہ صرف کی ہے:

خورشید گلے زباغ اعظم خان است — مے را طرب از ایاغ اعظم خان است
ماھے کہ جہاں منورش از نورش — یک پرتو از چراغ اعظم خان است[۱۰۲]

۱۴) **میر عسکری عاقل خاں رازی** (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۶ء دہلی) کا ذکر تاریخ کی مستند کتابوں میں بڑی تفصیل سے ملتا ہے۔ ’’ مآثر الامراء، عالمگیر نامہ، منتخب اللباب، بزم تیموریہ ‘‘ وغیرہ میں اُن کے تفصیلی حالات وکلام کے نمونے ملتے ہیں۔ڈاکٹر شیخ فرید نے عاقل خاں رازی، رازی، ثمرات الحیات وغیرہ عناوین کے تحت تفصیلی مقالات تحریر کئے ہیں۔یہ سب ملک کے مؤقر رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

وائے پیوند سخن سنجان نماند   تکیہ گاہ صاحب عرفان نماند
مجمع استاد بے شیرازہ ماند   مہدئے جمجاہ عاقلخان نماند۱۰۳

۱۵)**مولانا محمد رضا شکیبی** (پیدائش: ۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء وفات: ۱۰۲۰ھ/ ۱۶۱۱ء) نے دیوان کے علاوہ مثنوی '' خسروشیرین '' تخلیق کی ہے۔ ۱۰۴

۱۶)**مولانا شتابی جناری** (پیدائش: نامعلوم وفات: عہد خان خاناں میں) بعہد خانِ خاناں: شتابی نے دکن میں وفات پائی۔

زمینی سعادت فرخندہ روئی تقدیر   کہ گشت آئینہ دارم ز آفتاب منیر
فروز شعلۂ دانشم فروغِ جمال   نمود آئینہ خاطرم جمال ضمیر۱۰۵

۱۷)**ابراھیم حسین دلیر** (ولادت: بلخ وفات: نامعلوم) ایک قصیدہ نگار کی حیثیت سے شناخت ہوتی ہے۔ خانِ خاناں کی خدمت میں دکن پہنچے۔ اور قصیدہ کہا:

باغ را پیرایۂ نوشد گل بسلطانی نشست
بلبل خوش نغمہ بر شاخِ ثنا خوانی نشست۱۰۶

۱۸)**سعداللہ گلشن** (پیدائش: ۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء برہان پور وفات: ۱۱۴۱ھ/ ۱۷۲۸ء دہلی) کے نام سے ادب سے تعلّق رکھنے والا ہر شخص واقف ہے۔ اُنہوں نے تقریباً ایک لاکھ اشعار کہے ہیں۔ اُنہیں کی بدولت ولی برہان پور میں مقیم رہے اور اُنہیں کے ایماء پر ولی، دلی پہنچے تھے۔

بوقت می تواں فهمیده معنی ہائے نازِ او
کہ شرحِ حکمت العین است مژگان دراز او[۱۰۷]

حواشی

(۶۷) برہان پور میں اردو نثر نگاری : ماضی اور حال کے آئینے میں : پروفیسر وسیم افتخار انصاری، رشید بک ڈپو، برہان پور، نومبر ۲۰۱۲ء ص ۶۷

(۶۸) جامع مسجد برہان پور کے کتبات : مولوی معین الدین ندوی، بشمول ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جلد ۱۱۶، عدد ۲، ماہ اگست ۱۹۷۵ء ص ۱۵۲

(۶۹) اسیر گڑھ پر ایک نظر : بشیر محمد خان، بشمول ماہ نامہ عالم گیر لاہور، جلد ۳۲، شمارہ ۳، ماہ فروری ۱۹۴۰ء ص ۴۴

(۷۰) مالوہ کی کہانی تاریخ کی زبانی : قاضی عبدالقدوس فاروقی دیپالپوری، ضیاء پبلی کیشنز لکھنؤ، اگست ۱۹۹۵ء ص ۲۰۰ اور ۲۲۰

(۷۱) توزک جہانگیری (جلد اول) اردو ترجمہ : اقبال حسین، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی ۲۰۰۴ء ص ۵۴

(۷۲) ایضاً...ص ۵۳

(۷۳) ایضاً...ص ۵۳، ۵۴، ۱۰۱

(۷۴) توزک جہانگیری (جلد اول) اردو ترجمہ : اقبال حسین، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی ۲۰۰۴ء ص ۵۴

(۷۵) بزم تیموریہ (جلد دوم): سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ یو. پی. ۲۰۰۹ء ص ۲۴

(۷۶) ایضاً...ص ۱۳

(۷۷) شعرالعجم : شبلی نعمانی (جلدسوم) دارالمصنفین ، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، اشاعت پنجم،
جون ۱۹۹۱ء ص ۳،۹، ۱۱
(۷۸) مقالات شبلی : شبلی نعمانی (جلد چہارم) مطبع معارف اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۹۵۶ء
ص ۷۱
(۷۹) بزم تیموریہ (جلداول): سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۷۳ء
ص ۲۸۹، ۲۹۰، ۹۱
(۸۰) مآثر رحیمی : عبدالباقی نہاوندی، مترجم محمد اسماعیل فہمی برہان پوری، ادارہ اشاعت اسلام
دیوبند ۲۰۱۳ء
(۸۱) تقدیم : جمیل اصغر برہان پوری، بشمول مآثر رحیمی : عبدالباقی نہاوندی، مترجم: محمد
اسماعیل فہمی برہان پوری،ادارہ اشاعت اسلام، دیوبند ۲۰۱۳ء ص ۲۷ تا ۲۸
(۸۲) تقویم ہجری وعیسوی : مرتبہ ابوالنصر محمد خالدی ومولوی محمود احمد خاں، انجمن ترقی اردو
(ہند) دہلی ۱۹۷۷ء ص ۵۳
(۸۳) ایضاً..ص ۵۳
(۸۴) بزم تیموریہ (جلددوم): سید صباح الدین عبدالرحمٰن ، دارالمصنفین ، شبلی اکیڈمی اعظم
گڑھ یو. پی. ۲۰۰۹ء ص ۱۴۰، ازعمل صالح جلداول: محمد صالح کنبوہ ص ۳۱
(۸۵) ایضاً..ص ۱۴۶
(۸۶) تقویم ہجری وعیسوی: مرتبہ ابوالنصر محمد خالدی ومولوی محمود احمد خاں، انجمن ترقی اردو
(ہند) دہلی ۱۹۷۷ء ص ۵۴
(۸۷) ایضاً..ص ۵۵

(۸۸) عربی زبان وادب عہد مغلیہ میں: (حصہ اول) ڈاکٹر شبیر احمد قادر آبادی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ نئی دہلی، ص ۲۲۸ از مقدمہ رقعات عالم گیری ص ۵۵ تا ۵۶

(۸۹) خطبۂ صدارت اردو کانفرنس برہان پور : ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ، بشمول ماہ نامہ سب رس حیدر آباد "زور نمبر" دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۰

(۹۰) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۳۵

(۹۱) ایضاً...ص ۳۶ تا ۳۹

(۹۲) تذکرہ شعرائے برہان پور : مولوی افتخار احمد خلیلؔ برہان پوری، بشمول سہ ماہی رسالہ اردو : مدیر مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ۱۱، حصہ ۴۴، ماہ بابت اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۶۵۳ تا ۶۵۴

(۹۳) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبد الجبار آصفی ملکاپوری ص ۳۲۸ تا ۳۲۹

(۹۴) بزم تیموریہ (جلد اول): سید صباح الدین عبدالرحمن ، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۷۳ء ص ۲۹۸

(۹۵) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۹

(۹۶) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبد الجبار آصفی ملکاپوری ص ۱۰۸۸

(۹۷) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۶

(۹۸) ایضاً...ص ۲۶

(۹۹) بزم تیموریہ (جلد اول): سید صباح الدین عبدالرحمن ، مطبع معارف اعظم گڑھ ۲۰۱۱ء ص ۳۱۱

(۱۰۰) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۴۷

(۱۰۱) ایضاً...ص ۴۸

(۱۰۲) تذکرہ شعرائے برہان پور : مولوی افتخار احمد خلیلؔ برہان پوری، بشمول سہ ماہی رسالہ اردو :مدیر مولوی عبدالحق،انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ۱۱،حصہ۴۴، ماہ بابت اکتوبر ۱۹۳۱ءص ۶۵۴ تا ۶۵۶

(۱۰۳) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۴۴۸

(۱۰۴) مشائخ احمد آباد : مولانا محمد یوسف، جلد دوم ربیع الاول ۱۴۳۴ھ/ جنوری ۲۰۱۳ء ص ۴۳۷

(۱۰۵) ایضاً...ص ۴۴۵

(۱۰۶) ایضاً...ص ۴۵۵

(۱۰۷) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۵۵

باب چہارم

نظام آصفی عہد

نظام آصفی عہد

مغل حکومت کمزور ہونے کے بعد ۱۷۲۰ء میں نظام الملک آصف جاہ اول نے برہان پور میں مقیم رہتے ہوئے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا۔اورنگ زیب کے عہد میں برہان پور کے بجائے اورنگ آباد کومرکز بنادیا گیا تھا۔آصف جاہ نے اسے اورنگ آباد سے حیدرآباد منتقل کردیا۔اس عہد میں حیدرآباد کومرکزیت حاصل رہی۔تمام چہل پہل،رونق اورعلوم وفنون سے حیدرآباد جگمگا اٹھا۔اسی لئے اختر پرویز نے حیدرآباد کے متعلّق لکھا ہے:

> ’’ یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ اگر برہان پور نہ ہوتا تو حیدرآباد کی ریاست کبھی عالم وجود میں نہیں آتی کیونکہ حیدر کی نظام ریاست کے بانی نواب میر قمرالدین نظام الملک آصف جاہ اول نے مغل سلطنت کے کمزور ہو جانے پر اپنی خودمختاری کا اعلان برہان پور ہی میں ۱۷۲۰ء میں کیا تھا ‘‘ ۱۰۸

نظام الملک آصف جاہ اول

نظام آصفی دور ۱۷۲۰ء سے ۱۷۶۰ء تک یعنی تقریباً چالیس (۴۰) برس پر محیط ہے۔نظام حکومت کے پہلے حاکم نظام الملک آصف جاہ اول نے مغلوں کی طرح اس شہر کو سجایا، سنوارا اور نکھارا۔انہوں نے اپنے دورِحکومت میں اپنے آس پاس کے صوبوں سے بہترین سیاسی تعلّقات قائم کئے۔ماہرین فن کو دکن میں جمع کیا۔علوم وفنون کو مزید ترقی عطا کی۔یوں تو وہ خود بھی علم وفن اور شعرو ادب میں دلچسپی رکھتے تھے۔قابل قدر اساتذہ سے علوم درسی اورفنون سپہ گری میں دست رس حاصل کی تھی۔وہ خود شاعر تھے۔شعراء کی بھرپور سرپرستی فرماتے تھے۔شاعری میں پہلے شاکرؔ اور بعد میں آصفؔ

تخلّص اختیار کیا۔ دو (۲) دیوان یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد فرزندان نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی۔ آصف جاہ اول نے اپنے دورِ حکومت میں ایک فصیل "شہر پناہ" شہر برہان پور میں تعمیر کروائی، جو اُس کی یادگار ہے۔ ۲۲ رمئی ۱۷۴۸ء میں ۷۹ رسال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ یہیں پر اُنہیں غسل دیا گیا، جو زین آباد کے قریب "نظام باغ" کے نام سے مشہور ہے۔

حیدرآباد دکن میں شعرائے برہان پور کی ادبی خدمات

اورنگ زیب کے عہدِ حکومت میں پایۂ تخت اورنگ آباد بنایا گیا تھا، یوں برہان پور کے شعراء ، اورنگ آباد میں منتقل ہو گئے۔ پھر جب نظام آصفی حکومت قائم ہوئی، نظام نے اپنا پایۂ تخت حیدرآباد بنایا اور جو شعراء اورنگ آباد میں مقیم تھے، انہیں اور برہان پور کے شعراء کو حیدرآباد آنے کا حکم دیا گیا، جس کے سبب حیدرآباد میں شعراء اور ادباء کا مجمع ہو گیا۔ اردو ادب کی تاریخ میں جو اہمیت حیدرآباد دکن کو حاصل ہے، اس میں برہان پور کے فن کاروں کا بڑا ہاتھ ہے، جیسا کہ محی الدین قادری زورؔ نے بھی تحریر کیا ہے:

> "جب اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے برسوں اورنگ آباد میں قیام کیا تو اورنگ آباد کی علمی و ادبی چہل پہل زیادہ تر برہان پور ہی کے ادیبوں اور شاعروں کی مرہونِ منت رہی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر برہان پوری شاعروں اور صاحبانِ کمال کو اورنگ آباد سے خارج کر دیا جاتا تو وہاں کی محفلیں سونی نظر آنے لگتیں، جب اورنگ آباد سے سلطنت آصفی کا پایا تخت حیدرآباد منتقل ہوا تو دوسروں کے ساتھ برہان پوری شعراء اور ادیب بھی حیدرآباد چلے گئے اور اہل کمال کی آمد و رفت کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا ... جب بھی اور جہاں کہیں

اردو ادب کی تاریخ لکھی جائے گی ، برہان پور کے صاحبان کمال اور خدمت گزارانِ اردو کو فراموش نہ کیا جا سکے گا '' ۱۰۹

نظام آصفی عہد میں اردو شعر وادب کا ارتقاء

نظام آصف جاہ اول خود بھی شاعر تھے اور شعراء کے سرپرست تھے۔اس دور میں شاعری کو کافی فروغ حاصل ہوا۔سیکڑوں شعراء نے حیدرآباد میں سکونت واقامت اختیار کی۔لہٰذا چند شعراء کے نام، سن ولادت، سن وفات اور شاعری کے نمونے ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں:

۱) لالہ خوش حال چند فرحتؔ (پیدائش: نامعلوم وفات ۱۱۴۷ھ/۱۷۳۴ء) اپنی شعری خدمات سے برہان پور کے شعروادب کے فروغ میں معاون ثابت ہوئے۔افسوس کہ اُن کے کلام کے نمونے دست یاب نہیں ہوتے۔چند شعر شعرائے دکن سے حاضر خدمت ہیں:

دردلم جز مہر مہرویان نمیگیر و قرار   قالبم گوئی زخاک کوئے اینان ریختند
ہر کجا گل چہر گان دادند ترتیب چمن   نرگس چشم مرا کشتند حیران ساختند ۱۱۰

۲) شیخ غلام مصطفیٰ (پیدائش: مراد آباد، نامعلوم وفات: ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) شاعری کے علاوہ طب، علم نجوم اور خطاطی میں مہارت رکھتے تھے۔

بازی عشق است می باید بساماں باختن
ہر سحر چوں صبح جان تازہ خنداں باختن ۱۱۱

۳) محمد یوسف نگہتؔ برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) کو اُن کی شعری خدمات کے مدنظر فرخ سیر کے دربار سے '' سخن ورعلی خاں '' کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

نصیب گشت شبے پائبوس مرا زکف چورنگ حنا رفت اختیار مرا
زپائے تا بسرم محو انتظار کسی است کہ غیر چشم چو بادام نیست یار مرا ۱۱۲

۴) قزلباش خاں امیدؔ (پیدائش: نامعلوم وفات ۱۱۵۹ھ/ ۱۷۴۶ء) کا ذکر دکن اور شمالی ہند کے تقریباً سبھی تذکروں میں ملتا ہے۔ مقامی تذکروں میں '' شعرائے برہان پور '' اور '' سلک گہر '' کے علاوہ ڈاکٹر شیخ فرید نے موصوف کی شخصیت اور شاعری پر طویل تحقیقی مضمون لکھا ہے۔

بسا کشاد کہ در بستگی شود ظاہر
کلید روزی استاد قفل گر قفل است ۱۱۳

۵) میر قمرالدین آصف جاہ اول (پیدائش: ۱۰۸۲ھ/ ۱۶۷۱ء وفات ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۷ء) حکومت و سیاست، ادب اور ادب پروری کے لحاظ سے موصوف کا نام جگ ظاہر ہے۔ پہلے شاکرؔ اور بعد میں آصفؔ تخلّص اختیار کیا۔ فارسی و اردو زبان میں شعرگوئی کی۔

سیر گلزار نہ است ہم بہار داشت
می بود در عالم دیگر پشیمانی مرا ۱۱۴

۶) شیخ محمد فاخر زائرؔ (پیدائش: ۱۶ رشعبان ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۸ء الہ آباد وفات: ۱۱ رذی الحجہ ۱۱۶۴ھ/ ۱۷۵۰ء) نے نظم و نثر دونوں میدان میں یکساں طبع آزمائی کی۔ '' درۃ التحقیق، معراج القبول اور

قرۃالعینین ‘‘ تصانیف یادگار ہیں۔غزل اور رباعی میں دست گاہ رکھتے تھے۔

کنند گور پرستاں زیارت زاہد
کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است ۱۵؎

۷) **سیداعظم اعظمؔ** (پیدائش: نامعلوم وفات: نامعلوم)ولادت و وفات برہان پور کی ہے۔ولؔی کے معاصرین میں سے تھے۔اردوشعروادب کو پروان چڑھانے میں اپنا کردارادا کیا۔

دل شمع تمن گل ہو جلانا مزا جانا
معشوق کے اسرار چھپانا مزا جانا
کعبہ کی عبادت میں حلاوت نہیں پایا
محراب میں تجھ بھوں کی دوگانا مزا جانا۱۶؎

۸) **میرکامل کاملؔ برہان پوری** (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء)ولادت و وفات برہان پور میں ہوئی۔فارسی زبان میں شاعری کرتے تھے۔عین جوانی میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

شاھد امشب در چراغان روغن گل ریختہ
جنگ با پروانہ دارد فوج بلبل واہ واہ ۱۷؎

۹) **محمد عاصم عاصمؔ** تاریخ ولادت اور وفات کا سن درج نہیں ہے لیکن خوب محمد چشتی کی ہندی کتاب ’’ خوب ترنگ ‘‘ کا فارسی میں ترجمہ ’’ نغمات حیات ‘‘ کے نام سے ۱۱۶۵ھ میں کیا(سلک گہر)جب کہ ’’ مشائخ احمد آباد ‘‘ میں صفحہ ۲۰۳ پر محمد عاصم کے متعلّق تحریر ہے:

"محمد عاصم برہانپوری نے نغمات توحید کے نام سے (فارسی میں)
۱۱۶۵ھ/۱۷۵۱ء میں اس کا (خوب ترنگ) ترجمہ کیا" ۱۸؎

نام اواز غیب آمد خوب ترنگ
شرح او امواج خوبی بے درنگ ۱۹؎

۱۰) مرزا ابدالؔ بیگ نام و تخلّص ابدالؔ تھا۔ برہان پور میں سکونت تھی۔ تذکرہ نگار حمید اورنگ آبادی مؤلف "گلشن گفتار" کے خاص رفقاء میں شمار کئے جاتے تھے۔ سن ولادت اور وفات نامعلوم۔

دل جب سیتی تجھ عشق میں مجھ سے جدا ہوا
بھڑکا۔ جلا۔ موا نہیں معلوم کیا ہوا
کیا بے وفا ہے دل کہ تری یک نگاہ میں
بیگانہ ہو کے مجھ سے ترا آشنا ہوا ۲۰؎

۱۱) میر عبدالمنان عزتؔ (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۱ء) آصف جاہ اول کے ہم راہ شمالی ہند، دہلی سے دکن تشریف لائے، یہاں خزانے کے داروغہ رہے۔ آخری عمر میں برہان پور سکونت اختیار کی۔ صوفیانہ خیالات سے اُن کی شاعری معمور ہے۔

صبح شام از گریۂ چشم تو طرح تازہ بست
کفر و ایماں را سرِ زلفت بیک اندازہ بست ۲۱؎

۱۲) محمد ماہ محرّمؔ (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۷ء) صوبے دارِ برار نواب شجاعت خاں

بہادر کے فرزند اور شاہ نظام الدین نگرامی کے نواسے تھے۔کم سنی سے شعروشاعری میں طبع آزمائی کرنے لگے اور بہت جلد اس فن میں کمال حاصل کیا۔

بہار آوے تو بلبل کو قفس میں قید مت کرنا
تو ایسا ظلم اِس بیکس پہ اے صیاد مت کرنا ۱۲۲

۱۳) **پیرخاں زانی** زین آباد، برہان پور رہائش تھی۔ ہزل اور ہجو نگاری میں اپنے ذہن وقلم کی جولانیاں دکھائیں۔اُن کے احباب نے جو دیوان مرتب کیا تھا، اس میں دو ہزار اشعار فحش و ابتذال پر مبنی ہیں۔۱۱۰، سال کی عمر میں وفات پائی۔زندگی کے آخری لمحات میں جو اشعار تخلیق کئے تھے۔اس میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

دو ہاتھ دھر کے نفس پہ لاچار ہو چلے
دکھا کے یار کو اغیار ہو چلے
دو چار دن کی لذتِ دنیا کے واسطے
اندر عذابِ ابد کے گرفتار ہو چلے ۱۲۳

۱۴) **علی محمد خاں ہاشم علی** (پیدائش و وفات نامعلوم۔لیکن ۱۱۶۹ھ تک حیات رہنے کا پتہ چلتا ہے) اردو کے اولین مرثیہ نگاروں میں ہاشم علی کا شمار ہوتا ہے۔ولی کے معاصرین میں سے تھے۔پوری زندگی مرثیہ نگاری کی تخلیق میں گزری۔ ''دیوان حسینی'' مراثی پر مشتمل ہے۔مذکورہ دیوان ایڈنبرا یونیورسٹی انگلینڈ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

بالے اصغر کے تئیں بلاتی رہی سونا یہ پالنا جھلاتی رہی
جھولا تیرا پڑا رہا خالی ڈوری مجھ ہاتھ میں ہلاتی رہی ۱۲۴

۱۵) امامی پیدائش وفات نا معلوم لیکن ولی کے ہم عصر تھے۔ صنف مرثیہ میں طبع آزمائی کی ہے۔ ہاشم علی کی طرح ان کی زندگی بھی مرثیہ نگاری کی خدمت کرتے ہوئے تمام ہوئی اور ایڈنبرا کے کتب خانے میں موصوف کے آٹھ (۸) مرثیے کا تذکرہ ملتا ہے۔

تھا آئینہ رسول ﷺ کو درشن حسینؓ کا
ہے وہ جفا کی گرد میں درپن حسینؓ کا
زخماں کے جوہراں میں دسے تن حسینؓ کا
دستا ہے جوں شفق میں نول آفتاب آج [۱۲۵]

۱۶) یتیم احمد احمد پیدائش و وفات نا معلوم لیکن ولی اور ہاشم علی کے ہم عصر مرثیہ گو شاعر تھے۔ ساری زندگی مرثیوں کی تخلیق کرتے رہے۔ مذکورہ یونیورسٹی میں موصوف کے مراثی پر مشتمل ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔

حیف گھائل حسینؓ تن تیرا جسم پرخون ہے پیرہن تیرا
تو کہاں ہور کدھر ہے تن تیرا کیوں بسیرا ہوا ہے رن تیرا [۱۲۶]

۱۷) نور محمد عاصی برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء) [۱۲۷] نظام آصفی عہد کے اہم شعراء میں سے تھے۔ مرزا محمد علی تسلیم برہان پوری کے شاگرد تھے۔ مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی۔ قصیدے اور غزل میں ملکہ حاصل تھا۔

کیا ظلم ہے اے سوئی سے پلکوں والے
آہستہ سیو زخم ہے دل کے آلے
سمجھے ہیں ہم یہ آج کہیں تم نے دل دیا
بیٹھے کہیں ہو بات کہیں ہے نظر کہیں [۱۲۸]

۱۸) خواجم قلی خان موزوںؔ (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۷۹ھ/ ۱۷۶۵ء) ''ذوالفقارالدولہ قائم جنگ'' خطاب تھا۔ آصف جاہ کے حکم سے کھرگون کی فوج داری پر مقرر رہوئے۔ چنان چہ موصوف کھرگون کے اولین شعراء میں سے تھے۔ جس کی جانب سب سے پہلے ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری نے اپنے ایک مقالے میں توجہ دلائی۔ یہ مقالہ کھرگون کے مقامی ہفت روزہ ہندی اخبار' آزاد کے سماچار' میں شائع ہوا۔ بعد میں ڈاکٹر صفدر رضا کھنڈوی نے اسے اپنی کتاب 'اردو کی ترقی میں نماڑ کا حصہ' میں اپنی تحقیق قرار دیا ہے۔

الٰہی بر فروز از برق وحدت شمع جانم را
برنگ شعلہ گرم سیر شوکت کن روانم را
بسان لالہ کن داغ الم را
ز آب رحمت خود سبز گردان بوستانم را ۱۲۹؎

۱۹) محمد قلی تسلیم برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۷۹ھ/ ۱۷۶۵ء) کی ولادت و وفات برہان پور کی ہے۔ شعرائے دکن میں اُنہیں ایک قادرالکلام شاعر بتایا گیا ہے۔ فارسی میں طبع آزمائی کرتے تھے۔

کہ رساند بگوش صاحب رام وحشئ تازہ اوفتادہ بدام
دل من مہر نقش رؤتیوبست گو بگو نید آفتاب پرست ۱۳۰؎

۲۰) میر محمد قائمؔ (پیدائش: نامعلوم وفات: نامعلوم) ولادت و وفات کے ساتھ اُن کی زندگی کے حالات بھی پردۂ خفا میں ہیں۔ صرف اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ برہان پور کے باشندے تھے۔

بات پانا ہے بے قراری کی   چوں نہ بولوں کتھا پیاری کی
پان کی نوک سے تنبولن تو   مت بتا او چھریں کٹاری کی ۱۳۱

۲۱) میر یحییٰ عاشق برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) آصف جاہ اول کے ہم سفر اور ہم رکاب ہونے کے علاوہ اُن کے منصب دار تھے۔ برہان پور کی اردو شاعری میں ایہام گوئی کے نمائندہ شعراء میں شمار کئے جاتے تھے۔

اٹھا ہے ابر برق کیا طوفان لاویگا
کرو سب یار مل سامان شیشہ دارد کا ۱۳۲

۲۲) مرزا علی نقی خان ایجادؔ (پیدائش: نامعلوم وفات: تقریباً ۱۱۸۵ھ/۱۷۷۱ء) برہان پور میں ولادت ہوئی۔ اپنے والد نقد علی خاں سے کلام پر اصلاح لی۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔

در مزاج امر اگر تو در آمد خواہی
جرم بر خویش بگیرا زور تقصیر بر آ
ہر شب نگار تازۂ آمد بدست من
ایجادؔ کردہ اند برنگِ حنا مرا ۱۳۳

۲۳) میر نجم خان نجمؔ (پیدائش: نامعلوم وفات: نامعلوم) شاہی قلعہ برہان پور میں ولادت ہوئی۔ اردو شعر و ادب میں رنگ تغزل کے شعراء میں نجمؔ کا نام بھی شامل ہے۔

جب کہ آنکھوں میں خواب آتا   یار تب بے حجاب آتا ہے

کبھی کھلتے نہیں ہیں اس کے کاکل ہم بھی سنتے ہیں
ہمیشہ پیچ میں رہتا ہے سنبل ہم بھی سنتے ہیں ۱۳۴؎

۲۴) مرزا عطا ضیاؔء برہان پوری (پیدائش: ۱۱۴۳ھ وفات: ۱۱۸۳ھ/ ۱۷۶۹ء) بودڑ، خان دیش (مہاراشٹر) میں ولادت ہوئی۔ عالم شباب میں برہان پور تشریف لائے۔ یہاں سراؔج اورنگ آبادی کے قیام کے دوران، ضیاؔء موصوف کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ نیز فارسی میں مولانا آزاؔد بلگرامی سے استفادہ کیا۔

علم و عمل خادم دربار او
فیض و کرم بندۂ سرکار او
بے ادبی را بدرش بار نیست
محفلش آمادۂ اغیار نیست ۱۳۵؎

۲۵) شاہ ضیاءالدین پرواؔنہ برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء) ضیاؔء کی طرح پرواؔنہ بھی سراؔج اورنگ آبادی کے شاگرد تھے۔ پرواؔنہ نے مولانا آزاؔد بلگرامی کو فارسی شاعری میں اپنا استاد تسلیم کیا۔ اُن کا اردو کلام دست یاب نہیں۔ چناں چہ فارسی کلام سے نمونہ کلام پیش خدمت ہے۔

رنگ دامن کرو رسوا قاتل بے رحم را
آہ گشت از خون خود حاصل پشیمانی مرا

لالہ و سنبل مگر در کوہ و صحرا کرد گل
دست ہر دیوانہ دارد گریبان اختلاط ۱۳۶؎

۲۶) غلام حسین امدآد (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء) برہان پور کے باشندے تھے۔ آزآد بلگرامی کے شاگرد تھے۔ فارسی میں طبع آزمائی کی۔ نجم، ضیاء اور پروانہ کی طرح اورنگ آباد میں اپنے شعروسخن کے جوہر دکھلائے۔ آخری عمر میں برہان پور تشریف لائے اور یہیں وفات پائی۔

سیر کتاب عبرت ازیں باغ می کنم
از داغ دل چو لالہ ورق داغ می کنم ۱۳۷

۲۷) اسداللہ تابع (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء سورت) آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق سندھ سے تھا۔ تابع وہاں سے برہان پور تشریف لائے اور سورت، گجرات میں وفات پائی۔

راہ سفرِ وصلِ تو تا سر شود اے دوست
پیش از قدم در رہ شوقت شرم افتاد ۱۳۸

۲۸) محمد بہادر خان ممتاز برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۹٦ھ/۱۷۸۱ء) مولانا آزآد بلگرامی کے معاصرین میں سے تھے۔ فارسی میں طبع آزمائی کی۔

چون کمال از صید مارا حاصلے منظور نیست
از برائے دیگران است انچہ می کوشیم ما ۱۳۹

۲۹) میر مہدی متین برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۲ء) برہان پور کے اہم مرثیہ نگاروں میں متین کا شمار ہوتا تھا۔ متین کے والد محمد امین بھی شاعر تھے اور مرزا بیدل سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ برہان پور میں سراج اورنگ آبادی کی تشریف آوری پر متین اُن کے حلقہ تلامذہ میں شامل

ہو گئے۔ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ''متینؔ برہان پوری کے مرثیے'' عنوان سے ایک کتاب تحریر کی ہے، جو پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔نیز پروفیسر مجاہد حسین رضوی نے بھی متینؔ کا اپنے مختلف مضامین میں ذکر کیا ہے۔اسی طرح طلحہؔ نقش بندی بالا پوری کا بھی ایک مستقل مضمون اردو ٹائمز کے کسی شمارے میں شائع ہوا ہے۔

گل شاخ پر صبح سے ملتے نہیں چمن میں
گلرو کی تبسّم سے بسمل تلملا رہے ہیں ۱۴۰

۳۰) سید شاہ میرؔ برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۹۷ھ/ ۸۲-۱۷۸۲ء) صوفی شاعر تھے۔موسیقی میں مہارت رکھتے تھے۔ '' دُھرپت بچار '' اس کی عمدہ مثال ہے۔

درخت انبہ پر کویل پکاری
میں یوں جانا کہ پیو نے بانگ ماری
شکل محراب ہیں بھواں پی کے
سرنگوں ہو اے دل دوگانہ کر ۱۴۱

۳۱) شیخ سلطان الدین شوریدہؔ برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۱۹۵ھ/ ۸۰-۱۷۸۰ء) برہان پور کے باشندے تھے۔تذکرہ نگار شفیقؔ اورنگ آبادی مؤلف چمنستان شعرا کے معاصرین میں سے تھے۔خطاطی میں مہارت رکھتے تھے اور خط نستعلیق عمدہ تھا۔پہلے سلطانؔ پھر شہیرؔ اور شفیقؔ اورنگ آبادی کے ایما پر شوریدہؔ تخلّص اختیار کیا۔

چشم دریا سے کیوں نہووے طوفاں
اشک باراں ہنوز جاری ہے ۱۴۲

یک رنگ میں کئی رنگ بناتا ہے رنگیلا
ہر طرح من کی طرح دکہاتا ہے رنگیلا

۳۲) مرزا عاشور بیگ عاشقؔ برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء) برہان پور میں ولادت ہوئی۔ عالم شباب میں اورنگ آباد گئے۔ ساٹیؔ اورنگ آبادی کی شاگردی اختیار کی۔ اردو شاعری کے فروغ میں مدومعاون ثابت ہوئے۔

چشم بیمار بتاں گلشن میں دیکھ
نرگس حیران کو یرقان ہے
عشق کے کشور کا جو سلطان ہے
ہر دم مہر و مہ قربان ہے ۱۴۳

۳۳) عارف الدین خان عاجزؔ (پیدائش: نامعلوم وفات: نامعلوم) میر تقی میرؔ کے ہم عصر تھے۔ نکات الشعرا میں میرؔ نے عاجزؔ کا سراجؔ اورنگ آبادی سے زیادہ مفصّل ذکر کیا ہے۔

تعریف سیہ چشمان رقم کرد آنچنان عاجز
کہ میل سرمہ پندا رند ہر سطر کتابش را

از گرمی نگاہ بت شعلہ خوئے من
گرد و مئی دو آتشہ چون آفتاب سرخ ۱۴۴

حواشی

(۱۰۸) ذکر برہان پور : اختر پرویز، بشمول روزنامہ ندیم بھوپال، برہان پور اردو تعلیمی کانفرنس نمبر، ۲۵۔۲۶ مارچ ۱۹۹۵ء ص ۲

(۱۰۹) خطبۂ صدارت اردو کانفرنس برہان پور : ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ، بشمول ماہ نامہ سب رس حیدرآباد ''زور نمبر'' دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۱۷، ۱۸، ۳۱۷، ۳۲۰

(۱۱۰) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۸۹۷

(۱۱۱) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۵۹ تا ۶۰

(۱۱۲) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۱۰۶۵

(۱۱۳) ایضاً...ص ۲۲۴

(۱۱۴) تذکرہ شعرائے برہان پور : مولوی افتخار احمد خلیلؔ برہان پوری، بشمول سہ ماہی رسالہ اردو، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ۱۱، حصہ ۴۴، ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۶۵۹ تا ۶۶۰

(۱۱۵) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۷۴ تا ۷۶

(۱۱۶) ایضاً...ص ۷۷

(۱۱۷) تذکرہ شعرائے برہان پور : مولوی افتخار احمد خلیلؔ برہان پوری، بشمول سہ ماہی رسالہ اردو، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ۱۱، حصہ ۴۴، ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۶۶۰ تا ۶۶۱

(۱۱۸) مشائخ احمد آباد : مولانا محمد یوسف، جلد دوم ربیع الاول ۱۴۳۴ھ/ جنوری ۲۰۱۳ء ص ۳۰۲

(۱۱۹) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاوید انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۷۹

(۱۲۰) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاوید انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۸۰

(۱۲۱) ایضاً...ص ۸۱

(۱۲۲) ایضاً...ص ۸۲تا۸۳

(۱۲۳) ایضاً...ص ۸۴

(۱۲۴) ایضاً...ص ۸۶تا ۹۲

(۱۲۵) ایضاً...ص ۹۲تا ۹۳

(۱۲۶) ایضاً...ص ۹۳تا ۹۴

(۱۲۷) ایضاً...ص ۹۶

(۱۲۸) تذکرہ شعرائے برہان پور : مولوی افتخار احمد خلیل برہان پوری، بشمول سہ ماہی رسالہ اردو، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ۱۱، حصہ ۴۴، ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۶۶۱تا ۶۶۵

(۱۲۹) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۱۰۳۷

(۱۳۰) ایضاً...ص ۳۲۳

(۱۳۱) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاوید انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۰۳ تا ۱۰۴

(۱۳۲) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۸۴۲

(۱۳۳) ایضاً...ص ۱۸۴

(۱۳۴) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاوید انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۱۲تا ۱۱۳

(۱۳۵) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۶۷۲

(۱۳۶) ایضاً...ص ۳۱۵

(۱۳۷) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم) جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۱۸ تا ۱۱۹

(۱۳۸) ایضاً...ص ۱۲۰

(۱۳۹) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۱۰۰۵

(۱۴۰) تذکرہ شعرائے برہان پور : مولوی افتخار احمد خلیلؔ برہان پوری، بشمول سہ ماہی رسالہ اردو، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ۱۱، حصہ ۴۴، ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۶۷۴

(۱۴۱) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۲۸

(۱۴۲) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۵۲۲

(۱۴۳) ایضاً...ص ۸۴۱

(۱۴۴) ایضاً...ص ۷۸۴

باب پنجم

مراٹھا اور انگریزی دور

(۱۷۶۰ء سے ۱۸۱۹ء تک اور ۱۹/اپریل ۱۸۱۹ء سے ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء تک)

مراٹھااور انگریزی دور

(۱۷۶۰ء سے ۱۸۱۹ءتک اور ۱۹/اپریل ۱۸۱۹ء سے ۱۵/اگست ۱۹۴۷ءتک)

گذشتہ صفحات میں ہم یہ دیکھ آئے ہیں کہ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد سے رائج الوقت حکومت کے خلاف مراٹھا حملہ آوروں کی رسّا کشی شروع ہوگئی تھی۔ پھر نظام آصفی دور (۱۷۲۰ء سے ۱۷۶۰ءتک) میں حملوں کی تاب نہ لاکر نظام الملک آصف جاہ اوّل کے بعد تخت نشین ہونے والے حکمرانوں نے صلح اور معاہدے کے تحت کئی علاقوں کو مراٹھوں کی حکمرانی میں دے دیا تھا۔ ۱۷۶۰ءتک آتے آتے برہان پور اور اسیر گڑھ پر بھی مراٹھے قابض ہوگئے۔

مراٹھا دورِ حکومت میں حکمرانوں کی آپسی رنجشوں نے حکومت کو بجائے پختہ ہونے کے کمزور کردیا۔اس درمیان میں برہان پور اور اطراف کے علاقے شدید قحط سالی کا شکار ہوئے، جس کے سبب بے تحاشہ جانی اور مالی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔دوسری طرف پنڈاریوں کی بے وقت لوٹ مار نے قہر ڈھا رکھا تھا۔اِنہیں اسباب کی بناء پر مراٹھا حکومت جلد زوال آمادہ ہوئی۔اس دوران کئی مرتبہ انگریزوں سے معاہدے بھی ہوئے، لیکن وہ اپنے عہد و اقرار پر قائم نہ رہ سکے۔ بالآخر کمزور ہاتھوں سے ۱۹/اپریل ۱۸۱۹ء کو پیشوا سے انگریزوں نے حکومت چھین لی اور ایک معاہدے کے تحت حکومت سندھیا کے ہاتھوں میں سونپ دی۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت انگریزوں کے اشاروں پر چلنے لگی، جس نے ۱۸۴۴ء میں دم توڑ دیا۔

مذکورہ سیاسی نشیب و فراز سے عام زندگی متاثر ہو رہی تھی، ادب بھی تاثر قبول کرتے ہوئے، اس کی عکاسی کر رہا تھا۔اس دور میں مراٹھی زبان کو کافی ترقی ملی، جس کے ہلکے ہلکے اثرات اردو شاعری میں بھی نظر آتے ہیں۔ان ادوار میں جو شعراء اردو شاعری کی روایت کو آگے بڑھا رہے

تھے، اُن میں سے بیش تر شعراء وہی ہیں، جن کا ذکر اور شعری نمونے نظام آصفی دور میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ یہاں پر اُن شعراء کے صرف نام درج کئے جا رہے ہیں۔ تا کہ شعری روایت اور تاریخ میں تسلسل قائم رہے۔ بعد ازاں اس دور کے شعراء کے مختصر کوائف اور شعری نمونے درج کئے گئے ہیں۔

(۱) علی محمد خاں ہاشم علی (۲) یتیم احمد یتیم
(۳) خواجم قلی خاں موزوںؔ (۴) محمد قلی تسلیم برہان پوری
(۵) میر یحییٰ عاشق (۶) مرزا علی نقی ایجادؔ
(۷) مرزا عطا ضیاء برہان پوری (۸) شاہ ضیاء الدین پروانہؔ
(۹) غلام حسین امدادؔ (۱۰) اسد اللہ تابعؔ
(۱۱) محمد بہادر خاں ممتازؔ (۱۲) میر مہدی متینؔ برہان پوری
(۱۳) سید شاہ میرؔ (۱۴) شیخ سلطان الدین شوریدہؔ
(۱۵) مرزا عاشورہ بیگ عاشق برہان پوری

(۱۶) میر منصور منصورؔ (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۷ء) کے آباؤ اجداد فن سپہ گری کے پیشے سے وابستہ تھے۔ میر منصور نے بھی یہی پیشہ اختیار کیا۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد دنیا میں رہ کر دل کو دنیا سے دور کیا، درویشانہ زندگی بسر کی۔ موصوف اُفق اورنگ آبادی کے سُسر تھے۔

ہم نے جانے تھے کہ دلدار ہمارا ہوئے گا
یہ نہ جانے تھے کہ جا غیر کا پیارا ہوئے گا [۱۴۵]

(۱۷) محمد منعم منعمؔ برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۷ء) برہان پور میں پیدائش ہوئی۔ فارسی اور خطاطی میں ماہر تھے۔ شفیقؔ اورنگ آبادی کے معاصر تھے۔ اردو شاعری کو ترقی عطا

کرنے میں اپنی شعری خدمات انجام دیں۔

تجھ حسن کے ہیں قرباں یوسف جمال والے
مہتاب گال والے ابرو ہلال والے ۱۴۶

(۱۸) میر منور مرآد (پیدائش: نامعلوم وفات ۱۲۰۸ھ/۹۴-۱۷۹۳ء) والد محمد فخر الدین، نصیر آباد، خان دیش کے قاضی تھے۔ میر منور مرآد کی والادت برہان پور میں ہوئی۔ یہیں علم وفن کی منزلیں طے کیں۔

آخرش ملک عدم کو یاں سے جانا ہے ضرور
بیٹھئے بے فکر کیا چلنے کا ساماں کیجئے ۱۴۷

(۱۹) میر دولت علی دولت (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۲۱۰ھ/ ۹۶-۱۷۹۵ء برہان پور) قلعہ اسیر میں ولادت ہوئی۔ یہیں نشو ونما پائی۔ ''مظہر علی شاہ'' خطاب سے نوازے گئے۔ مشہور تذکرہ نگار شفیق اورنگ آبادی سے شناسائی تھی۔ عمر کے آخری حصے میں برہان پور آ گئے تھے۔

ہر آن گریہ کرنا ہردم آہ بھرنا
گر صبح ہے تو یہ ہے اور شام ہے تو یہ ہے ۱۴۸

(۲۰) دولت رائے دبیر (پیدائش: نامعلوم وفات ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء برہان پور) ولادت برہان پور میں ہوئی۔ فارسی گو شاعر لالہ خوش حال چند فرحت کے برادر زادہ تھے۔ شعری ونثری میدان میں مہارت رکھتے تھے۔ تاریخ نگاری میں بھی دست گاہ رکھتے تھے۔ ''تاریخ آصفی'' اُن کی نثر نگاری کی غماز ہے۔ اس میں خاندان نظام آصفی اور امراء کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ انتقال سے تقریباً

آٹھ (۸) سال پہلے اورنگ آباد میں اپنی علمی وادبی خدمات انجام دیں۔ برہان پور میں وفات پائی۔

نہ ہر انسان ہنر دارد ندارد
نہ ہر دریا گہر دارد ندارد ۱۴۹

(۲۱) عارف الدین خاں رونق برہان پوری (پیدائش: ۱۱۹۲ھ مدراس وفات: ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء حیدرآباد) آصف جاہ اول کے عہد میں اپنے والد حافظ محمد معروف کے ہم راہ مدراس سے برہان پور تشریف لائے۔ مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی۔ اکثر محفلوں میں فی البدیہہ اشعار سے داد وتحسین پاتے تھے۔

رخ تو در آئینہ دار می آید
بہ سادگی چہ قدر راز تو کار می آید ۱۵۰

(۲۲) شاہ محمد تقی ہمدم برہان پوری (پیدائش: نامعلوم وفات: ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء) برہان پور میں ولادت ہوئی۔ حیدر آباد کے مشہور شاعر سید محمد والہ سے کلام پر اصلاح لیتے تھے۔ فارسی واردو شاعری میں طبع آزمائی کی۔ مشہور مؤرخ مرزا محمد خافی خاں کے نواسے تھے۔

تو ہم سے وفا سیکھ جفا دل کو سکھایا
شاگرد کسی کا ہوا استاد کسی کا ۱۵۱

(۲۳) قاضی غلام محمد صاحب (پیدائش: نامعلوم وفات ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء عادل آباد) مولوی خلیل الرحمن مؤلف ''تاریخ برہان پور'' کے والد بزرگوار تھے۔ فارسی زبان میں نعتیہ شاعری کے علم بردار

تھے۔قصبہ عادل آباد کے قاضی تھے۔ یہ قصبہ شہر برہان پور سے تقریباً ۳۶ کلومیٹر دوری پر واقع ہے۔

جنت بروز محشر صد مرحبا بگوید
از دعویٰ غلامی با حضرتِ محمدؐ ۱۵۲

(۲۴) درگاہی خاں حاذقؔ برہان پوری، بانیٔ سلسلۂ میرؔ (پیدائش: نامعلوم وفات ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء) علم عروض و قافیہ میں غلام رسول رندؔ سے مستفیض ہوئے۔حیدرآباد میں عہدہ منصب داری پر فائز تھے۔یہیں پر شاعری میں میر خیرات علی مشتاقؔ دہلوی و لکھنوی کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے ۔مشتاقؔ، میر تقی میرؔ کے شاگرد اور رشتے میں نواسے تھے۔حاذقؔ نے فارسی و اردو میں طبع آزمائی کی ۔دونوں زبانوں میں دیوان مرتب کیا۔لیکن افسوس یہ دونوں دیوان دست یاب نہیں۔مشتاقؔ سے حاذقؔ، واثقؔ، واصفؔ پھر راغبؔ سے خلیقؔ اور غالبؔ۔خلیقؔ برہان پوری سے محمودؔ درّانی، شفیقؔ رازؔ، قیصرؔ انصاری، ناصرؔ شاہی اور محبوب پرواز تک اور غالبؔ ہاشمی سے سازؔ، شاداںؔ خلیقی، احسانؔ خلیقی اور عابدؔ ہاشمی سے ہوتے ہوئے یہ سلسلہ دور حاضر تک جاری ہے۔ برہان پور میں سلسلۂ میر تقی میرؔ سے مشہور و معروف ہے۔حاذقؔ کا ایک شعر نموناً پیش خدمت ہے:

منم عاصی منم مجرم منم بے کس خداوندا
گناہم را بہ بخشائی و راہِ خویش بنمائی ۱۵۳

(۲۵) بالا جی ترمبک نایک ذرّہ برہان پوری (پیدائش و وفات: نامعلوم) ولادت برہان پور میں ہوئی۔ بارہویں صدی کے اوائل سے آخر تک ذرّہ کا عہد ہے۔کلام سے ۱۱۹۲ھ تک بقید حیات رہنے کا علم ہوتا ہے۔مرزا جان رساؔ حیدرآبادی سے ذرّہ کو شرف تلمذ حاصل تھا۔سراجؔ اورنگ آبادی کے

معاصر تھے۔موصوف کے ایک دیوان کا ذکر برہان پور کے مشہور محقق ڈاکٹر شیخ فرید نے اپنے مقالے میں کیا ہے۔ یہ مقالہ سہ ماہی تحقیقی مجلّہ " نوائے ادب " ممبئی میں شائع ہوا ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ ذرّہ نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔اپنے ہم عصر شعراء، مشاہیر اور بزرگوں کی شان میں قصائد، منقبت، تہنیت اور تاریخی قطعات لکھے ہیں۔ان کے علاوہ رباعیات و منظومات پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔اُن کا ذکر اکثر مراثی کی تاریخی کتابوں میں مستند محققین، مؤرخین نے کیا ہے۔

سوز جگر سے آہ کو مارے ہیں فاطمہؓ　　سر سے ردا کو اپنے اتارے ہیں فاطمہؓ
بالوں سے جائے قتل سنوارے ہیں فاطمہؓ　　میدان کربلا میں پکارے ہیں فاطمہؓ

درد و الم بہ جاں غریبم پدید شد
فریاد اے خدا کہ حسینم شہید شد[۱۵۴]

(۲۶) میر شجاع الدین فقیر (پیدائش: ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء وفات: ۴/محرم الحرام روز جمعہ ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۵ء) [۱۵۵] حافظ قرآن تھے۔ان کی گوناگوں صلاحیتوں کی بنا پر نواب آصف جاہ رابع، نواب نصیرالملک، نواب شمس الامراء اور راجا چندولال شاداںؔ وغیرہ موصوف کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔جن میں " جوہرالنظام " (عربی) " مناجات منظوم " (عربی) " مجموعۂ خطب " (فارسی) " نعتیہ قصائد " (عربی) وغیرہ ہیں۔ان کے علاوہ اُن کی اردو میں شعری تصنیف " کشف الخلاصہ " کافی مشہور ہوئی، اس میں مسائل فقہ کو بیان کیا گیا ہے۔

شکر حق ہم پر نبیؐ بھیجا خدا
نام پاک ان کا محمد مصطفیٰ [۱۵۶]

(۲۷) علیم اللہ خیالؔی (پیدائش: ۱۸۶۸ء الہ آباد وفات: ۳۰ر دسمبر ۱۹۴۴ء برہان پور) آبائی وطن مبارک پور یو. پی. ہے۔ولادت الہ آباد میں ہوئی، وہیں سے والدین کے ساتھ نو (۹) سال کی عمر میں برہان پور آمد ہوئی۔مولوی فیض اللہ سے مختلف علوم میں مستفیض ہوئے۔سید ذاکر حسین ہنرؔ غازی پوری سے اصلاح سخن لیا۔ ہنرؔ: قلقؔ کے، قلقؔ: وزیرؔ کے اور وزیرؔ: ناسخؔ کے شاگرد تھے۔اس طرح سلسلۂ ناسخ برہان پور پہنچا۔علیم اللہ خیالؔی سے حشمت اللہ ریاضؔی، فاضلؔ انصاری، اخترؔ آصف تک اور ڈاکٹر عارف انصاری کے ذریعے یہ سلسلۂ ناسخؔ جاری ہے۔خیالی کے چند شعر نموناً درج کئے جارہے ہیں:

آدمی چاہے کرے باتیں کسی انداز میں ہو ہی جاتی ہیں خیالؔی خود حقیقت بے نقاب

دیکھنا حسن ادب کے ہوں گے دیوانے بہت
شمع روشن ہو تو منڈلائیں گے پروانے بہت

(۲۸) فخرالدین حاذقؔ (پیدائش: ۱۸۶۸ء وفات: ۱۹۵۲ء) شاعری میں پہلے بقاؔء غازی پوری سے پھر شمشادؔ لکھنوی سے اصلاح سخن کیا۔شمشادؔ نے قلقؔ سے، قلقؔ نے وزیرؔ اور وزیرؔ نے ناسخؔ سے اصلاح سخن کیا۔اس طرح سلسلۂ ناسخؔ، حاذقؔ اور خیالؔی سے برہان پور پہنچا۔حاذقؔ کے دو (۲) جانشین، فضل حسین صابرؔ اور مطیع اللہ راشدؔ تھے، صابرؔ کے خادمؔ اور ارمانؔ جانشین تھے، ارمان کے جانشین شرف الدین ناشرؔ تھے۔صابرؔ کے جانشین خادمؔ سے شمیمؔ اور نعیمؔ خادمی، شمیمؔ سے تسنیمؔ انصاری اور شمشیر انجمؔ سے سلسلے کی توسیع ہوئی۔حاذقؔ کے دوسرے جانشین راشدؔ تھے۔راشدؔ کے اخترؔ راشدی اور شفقؔ الراشدی جانشین ہوئے۔شفقؔ سے مشتاق خالد اور رحمت شادؔ ہیں۔راشد کے دوسرے جانشین اخترؔ کی جانشینی میں لطیف شاہد آئے اور اُن سے کئی شاگردوں نے اصلاح سخن کیا۔شفقؔ کے جانشین ،مشتاق خالد اور اُن کے جانشین مسرورؔ شفقی سے کئی شعراء وابستہ ہیں۔ان تمام واسطوں سے ہوتے

ہوئے آج بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔ حاذقؔ کے چند اشعار ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

لکھوں وصف آپ کی پتلی کمر کا اگر خامہ ملے عنقا کے پَر کا

عیسیٰ سے بھی اب اس کا مداوا نہیں ہوتا
بیمار ترے عشق کا اچھا نہیں ہوتا ۱۵۸

حواشی

(۱۴۵) تذکرہ شعرائے برہان پور : مولوی افتخار احمد خلیلؔ برہان پوری، بشمول سہ ماہی رسالہ اردو، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ۱۱، حصہ ۴۴، ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۶۷۸

(۱۴۶) ایضاً...ص ۶۷۷

(۱۴۷) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۳۳

(۱۴۸) تذکرہ شعرائے دکن : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری ص ۴۲۱

(۱۴۹) ایضاً...ص ۴۳۴ تا ۴۳۵

(۱۵۰) ایضاً...ص ۴۶۹

(۱۵۱) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۳۵ تا ۱۳۷

(۱۵۲) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۵۴ تا ۱۵۵

(۱۵۳) ایضاً...ص ۱۶۰ تا ۱۶۱

(۱۵۴) اردو مرثیہ : سفارش حسین رضوی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ دہلی ۲۰۱۲ء ص ۱۲۳

(۱۵۵) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدؔ انصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء ص ۱۵۲، ۱۵۴

(۱۵۶) تذکرہ شعرائے برہان پور : مولوی افتخار احمد خلیلؔ برہان پوری، بشمول سہ ماہی رسالہ

اردو، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ١١، حصہ ٤٤، ماہ اکتوبر ١٩٣١ء
ص ٦٨٣

(١٥٧) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاوید انصاری برہان پوری، جون ١٩٤٨ء ص ١٨٧،
١٩١

(١٥٨) تذکرۂ شعرائے برہان پور : ڈاکٹر عارف انصاری، فاضلی اردو سوسائٹی، برہان پور
٢٠٠٩ء ص ٢٦ تا ٢٨

ماحصل

ماحصل

حاصل کلام یہ ہے کہ وسط ہند کا صوبہ، مدھیہ پردیش کے خطۂ نماڑ کا اہم ضلع برہان پور، اپنی ادبی، سیاسی، سماجی، معاشی، جغرافیائی اور ثقافتی تاریخ کی بناء پر بے پناہ شہرت وعظمت کا حامل رہا ہے۔ خطۂ نماڑ کی تین ہزار (۳۰۰۰) سالہ قدیم تاریخ سے اس شہر کی قدامت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چنان چہ اس کی قدیم تاریخ سے ہندوستانی تاریخ کے کئی ابواب منسلک ہیں۔ اس شہر کی سیاسی، سماجی، ثقافتی، علمی و ادبی تاریخ کا باقاعدہ آغاز فاروقی خاندان کے ۱۴/ سلاطین کی ۲۳۱/ سال طول و طویل حکومت سے ہوتا ہے۔

اس دور کے اولین شاعر سعدیؔ دکنی ہیں، جو امیر خسروؔ کے معاصر تھے۔ اردو کے تقریباً ہر بڑے تذکرہ نگار نے سعدیؔ دکنی کا ذکر کرتے ہوئے، ۲۔۳ اور ۵/ شعر نقل کئے ہیں۔ اُن پر اَب تک کوئی باقاعدہ تحقیقی کام تصنیف کی شکل میں منظر عام نہ ہونے کی وجہ سے شاہ باجنؔ سے یہاں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ فاروقی عہد میں درباری زبان عربی و فارسی تھی۔ دربار سے منسلک شعراء نے عربی و فارسی کو اظہار کا وسیلہ بنایا، وہیں عوامی شعراء نے عوامی زبان دکنی اور اردو کے وسیلے سے شعروادب کے ابتدائی زمانے میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔

مغل دور میں فارسی کا غلبہ زیادہ رہا۔ اس دور میں فنون لطیفہ کی ہر شاخ پُر شباب رہی۔ شاعری کے میدان میں عبدالرحیم خان خاناں کی مقناطیسی شخصیت کے سبب شعراء کا ایک ہجوم دکھائی دیتا ہے۔ فارسی کے ساتھ اردو شاعری کی مختلف اصناف کو شاداب ہونے کے بہترین مواقع ملتے رہے۔ خصوصاً قصائد، مثنویاں، تاریخی قطعات، غزلیات اور رباعیات کا سرمایہ ابتدائی دور کے خزانے کو مالا مال کرتا ہے۔

نظام آصفی دور میں آصف جاہ اول، تخلّص شاکرو آصفؔ، خود شاعر تھے اور شعراء کے سرپرست تھے۔مغل اور آصفی دور میں برہان پور، اورنگ آباد پھر حیدرآباد جیسے ادبی مراکز شعروشاعری سے گونج رہے تھے۔اس دور میں اردو کی مختلف اصناف کے علاوہ مرثیہ نگاری کو کافی فروغ حاصل ہوا ۔اردو مرثیے کے اولین شعراء میں اس دور کے کئی شعراء شامل ہیں۔

مذکورہ ادوار کی طرح مراٹھا اور انگریزی دور میں غیر موافق حالات کے باوجود ادب خلوص کے ہاتھوں پروان چڑھتا رہا۔اس دور میں سلسلۂ میرتقی میرؔ کے ابتدائی دور کے شعراء کی خدمات بھی لائق ذکر رہی ہیں۔

کتابیات

کتابیات

(۱) برہان پور میں اردو نثر نگاری : ماضی اور حال کے آئینے میں : پروفیسر وسیم افتخار انصاری، رشید بک ڈپو برہان پور، نومبر ۲۰۱۲ء

(۲) ماہ نامہ حکیم الامت : مدیر ڈاکٹر ظفر حیدری، سری نگر کشمیر، جلد ۸، شمارہ ۷، فروری ۲۰۱۴ء

(۳) روز نامہ ندیم بھوپال، برہان پور اردو تعلیمی کانفرنس نمبر، ۲۵۔۲۶ مارچ ۱۹۹۵ء

(۴) تذکرہ ریختہ گویاں : علی الحسینی گردیزی، مرتب ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ ۱۹۹۵ء

(۵) اخبار الاخیار (اردو): شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مترجمین مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، ادبی دنیا، دہلی، طبع اوّل ۱۹۹۴ء

(۶) ہفت روزہ : ہماری زبان، دہلی، متفرق شمارے

(۷) گلزار الابرار : مولوی محمد غوثی، مترجم : مولوی حافظ فضل احمد، اُجّین ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۹ء

(۸) تاریخ اولیائے کرام برہان پور : بشیر محمد خان، طبع سوم، ممتاز پریس، برہان پور جنوری ۲۰۱۱ء

(۹) برہان پور کے سندھی اولیاء : سید مطیع اللہ راشد برہان پوری، سندھی ادبی بورڈ، کراچی۔ پاکستان، طباعت سوم ۲۰۰۶ء

(۱۰) تاریخ برہان پور : مولوی خلیل الرحمٰن برہان پوری، مطبع مجتبائی، دہلی ۱۸۹۸ء

(۱۱) ماہ نامہ : پیام تعلیم، دہلی، شمارہ اگست ۱۹۶۵ء

(۱۲) مومن انصاری برادری کی تہذیبی تاریخ : ڈاکٹر مومن محی الدین، بھاوے پرائیویٹ لمیٹیڈ ممبئی ۸، مارچ ۱۹۹۴ء

(۱۳) برہان پور کے اہم مرثیہ نگار : ڈاکٹر جلیل الرحمٰن، رشید بک ڈپو، برہان پور ۲۰۰۳ء

(۱۴) تذکرہ شاہ ولی اللہ : مولانا سید مناظر احسن گیلانی، حافظی بک ڈپو، دیوبند، اگست ۲۰۰۵ء

(۱۵) کئی چاند تھے سرِ آسماں : شمس الرحمٰن فاروقی، پینگوئن بکس، نئی دہلی ۲۰۰۶ء

(۱۶) تاریخ فرشتہ : محمد قاسم فرشتہ (اردو) ترجمہ: عبدالحیٔ خواجہ (مشفق خواجہ) جلد چہارم، المیزان، لاہور۔ پاکستان ۲۰۰۸ء

(۱۷) رام پور رضا لائبریری ریسرچ جرنل : رام پور، شمارہ پہلا ۱۹۸۹ء

(۱۸) تاریخ خاندیش کے بکھرے اوراق : پروفیسر اکبر رحمانی، ایجوکیشنل اکادمی، جلگاؤں ۱۹۹۴ء

(۱۹) ماہ نامہ : سب رس، حیدرآباد دکن، ''زور نمبر'' اور متفرق شمارے

(۲۰) چمنستان شعرا : لچھمی نرائن شفیقؔ اورنگ آبادی، مترجم سید شاہ عطاء الرحمٰن عطاؔ کاکوی ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء

(۲۱) حیات سعدی: خواجہ الطاف حسین حالیؔ، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، دہلی ۲۰۱۱ء

(۲۲) اخبار الجمیعۃ: دہلی، سنڈے ایڈیشن، ۴/نومبر ۱۹۵۷ء

(۲۳) ماہ نامہ : معارف اعظم گڑھ، متفرق شمارے

(۲۴) اردوئے قدیم : حکیم سید شمس اللہ قادری، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ ۱۹۲۵ء

(۲۵) سہ ماہی : نوائے ادب، ممبئی، متفرق شمارے

(۲۶) ماہ نامہ : شجر برہان پور جلد اول، شمارہ پہلا، بابت ماہ جنوری ۱۹۶۷ء

(۲۷) شاہ بہاؤالدین باجن : حیات اور گجری کلام : ڈاکٹر شیخ فرید، پیر محمد شاہ درگاہ ٹرسٹ، احمد آباد ۱۹۹۲ء

(۲۸) سلک گہر (تذکرہ شعرائے قدیم): جاویدانصاری برہان پوری، جون ۱۹۴۸ء

(۲۹) حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہؒ : ڈاکٹر شیخ فرید، نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، حیدرآباد ۲ دکن ۱۹۷۵ء

(۳۰) مشائخ احمد آباد : مولانا محمد یوسف، جلد دوم ربیع الاول ۱۴۳۴ھ/جنوری ۲۰۱۳ء

(۳۱) ماہ نامہ : عالم گیر، لاہور، جلد ۳۲، شمارہ ۳، بابت ماہ فروری ۱۹۴۰ء

(۳۲) مالوہ کی کہانی تاریخ کی زبانی : قاضی عبدالقدوس فاروقی دیپالپوری، ضیاء پبلی کیشنز، لکھنؤ اگست ۱۹۹۵ء

(۳۳) توزک جہانگیری (جلد اول) اردو ترجمہ: اقبال حسین، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۲۰۰۴ء

(۳۴) توزک جہانگیری (جلد دوم) اردو ترجمہ: اقبال حسین، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، مارچ ۲۰۰۶ء

(۳۵) بزم تیموریہ (جلد اول): سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۷۳ء

(۳۶) بزم تیموریہ (جلد دوم): سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ یو. پی. ۲۰۰۹ء

(۳۷) شعرالعجم : شبلی نعمانی (جلد سوم) دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، اشاعت پنجم، جون ۱۹۹۱ء

(۳۸) مقالات شبلی : شبلی نعمانی (جلد چہارم) مطبع معارف اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۹۵۶ء

(۳۹) مآثر رحیمی : عبدالباقی نہاوندی، مترجم: محمد اسماعیل فہمی برہان پوری، ادارہ اشاعت اسلام، دیوبند ۲۰۱۳ء

(۴۰) تقویم ہجری وعیسوی : مرتبہ ابوالنصر محمد خالدی ومولوی محمود احمد خاں، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ۱۹۷۷ء

(۴۱) عربی زبان وادب عہد مغلیہ میں : (حصہ اول) ڈاکٹر شبیر احمد قادر آبادی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی

(۴۲) سہ ماہی رسالہ: اردو: مدیر مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، جلد ۱۱، حصہ ۴۴، ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء

(۴۳) محبوب ذوالمنن (تذکرہ شعرائے دکن) : صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری

(۴۴) اردو مرثیہ : سفارش حسین رضوی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، دہلی ۲۰۱۲ء

ہندی کتابیں

برہان پور وکاس یوجنا..ص۴

پندرہ روزہ ہندی نگر سیویکا، نگر پالیکا برہان پور، جلد ۱ شمارہ ۵، ۱۵/ اکتوبر تا ۲۹/ اکتوبر ۱۹۵۲ء

ایم. پی. ضلع گزیٹیئر مشرقی نماڑ: مرتب راجیند رورما، ضلع گزیٹیئر و بھاگ ایم. پی. بھوپال ۱۹۷۳ء